

حسن یوسف دم علیی ید بیضی داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تہا داری

خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب پچھلے تمام جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے مخصوص کمالات کا ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیک دم جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔ اسکا مطالعہ آپ پر واضح کر دے گا کہ آدم کی توبہ، نوح کی استجابت، نوح ابراہیم کی گلزاری، کریم یعقوب، صبر یوسف موسیٰ کا ید بیضی اور علیؑ کا احیاء موتی کن انداز سے ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر و جہلہ گرا ہوا۔

تصنیف لطیف

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم دیوبند

دارالکتاب دیوبند ۲۲۷۵۵۲

نام کتاب _____ خاتم النبیین

صفحات _____ ۸۸

تالیف _____ مولانا قاری محمد طیب صاحب

باہتمام _____ واصف حسین مالک دارالکتاب دیوبند

ناشر _____ دارالکتاب دیوبند

سن اشاعت _____ ۱۹۸۹ء

طباعت _____ نازیہ پرنٹرس دہلی

قیمت _____

۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

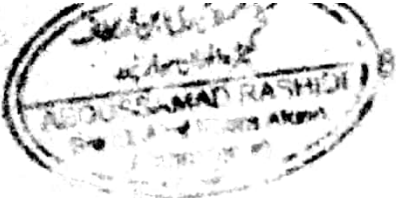
خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

ما كان معمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله
وخاتم النبیین

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد

سرور دو عالم فخر نبی آدم آقائے دو جہاں نبی عالمین امام النبیین شفیع المنین
رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
ولہد واجہ و ذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اور ختم کے
معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اس لیے
خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے اور کسی چیز
کے انتہا تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجائے کہ
اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔ اس
لیے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی
آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا کہ جس

مکتبہ دارالکتاب دیوبند



خاتم النبیین کا جامع علوم نبوت جامع اخلاق نبوت جامع احوال نبوت اور جامع جمیع شعبوں نبوت ہونا ضروری ہے اور جو خاتم کے لیے نہیں ہو سکتا تھا وہی خاتم بن جاتا۔

اور ظاہر ہے کہ جب ان ہی کمالات علم و عمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارہ پر پہنچ گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لیے خدا کا کوئی اور نبی آئے تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت اور دین بھی اگر خاتم پر ختم معنی مکمل ہو گیا اور شریعت و دین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچالے اور مکمل کرنے کے لیے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ اس لیے خاتم النبیین کے لیے خاتم الشرائع خاتم الادیان اور خاتم الکتاب یا بالفاظ دیگر کامل الشریعت کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لیے ناسخ بن سکتا ہے نہ کہ عکس۔ اس لیے شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو فسخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور فسخ اس سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لیے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب سے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لیے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو۔ کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو فسخ کرتی ہے آخری میں رکھی جاتی ہے۔

تک وہ آئے اور اس کے لیے حرکت کر کے آگے بڑھے۔ اس لیے خاتم النبیین کے حقیقی معنی یہ تھے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت کے تمام مراتب پر سے ہو گئے اور نبوت اپنے علمی و اخلاقی کمالات کے ایک ایسے انتہائی مقام پر آئی کہ بشریت کے دائرہ میں نہ علمی کمال کا کوئی درجہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لیے نبوت خاتم سے گزر کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی یا اس کا نور عالم سے زائل ہو گیا بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالات نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہو گئے جو اب تک نہ ہوتے تھے اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔ اور اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی، نہ یہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہو گئی اور چھین لی گئی، معاذ اللہ۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکلتا ہے ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوتی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوتی اور آخر کار جس حد پر آکر رکے اور ختم ہوتی اس کے اقول سے لے کر آخر تک جس قدر بھی کمالات نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آتے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی کو ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آکر جمع ہو گئے جو خاتم سے پہلے اس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوتے تھے ورنہ جہاں بھی یہ اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہو جاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک نہ پہنچتی۔ اس لیے

پھر ساتھ ہی جب کہ خاتم النبیین کے معنی پہناتے کمالات نبوت کے ہوتے کہ آپ ہی پر کمال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی پر ختم ہوتا ہے اسی سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کا منتہا ہوتا ہے وہی اس کا مبداء بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی مکمل ہوتا ہے وہی اس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو قدرتنا اسی کو سرچشمہ انوار بھی ماننا پڑیگا کہ نور کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی سے ہوا ہے اور جہاں بھی نور اور روشنی کی کوئی جھلک ہے وہ اسی کی ہے اور اسی کے فیض سے ہے اس لیے روشنی کے حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے وائرڈس کو ہم خاتم ایلاہ پائپوں کی آخری حد کہیں جس پر شہر کے سارے نلوں اور ٹنگیوں کے پانی کی انتہا ہو جاتی ہے تو اسی کو ان پائپوں کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ پانی چلا بھی نہیں سے ہے جو نلوں اور ٹنگیوں میں پانی آیا اور جس براکگ کو بھی پانی ملا وہ اسی کے فیض سے ملا جیسے ہم حضرت آدم علیہ السلام کو خاتم الالباب کہیں کہ باپ ہونے کا وصف ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد کوئی اور باپ نہیں نکلتا بلکہ سب باپوں کے باپ ہونے کی آخری حد سلسلہ وار پہنچ کر حضرت آدم علیہ السلام پر ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر وہی فاتح الالباب بھی ثابت ہوتے ہیں کہ باپ ہونے کی ابتدا بھی ان ہی سے ہو۔ اگر وہ باپ نہ بنتے تو کسی کو بھی باپ بننا نہ آتا۔ یا جیسے ہم حق تعالیٰ شانہ کو خاتم الوجود جانتے ہیں کہ ہر موجود کے وجود کی انتہا اسی پر ہوتی ہے تو اصول مذکورہ کی رو سے وہی ذات

واجب الوجود ان وجودوں کا سرچشمہ اور مبداء بھی ثابت ہوتی ہے کہ جسے بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ اسی ذات اقدس کا فیض اور طفیل ہے۔ پس وجود کے حق میں ذات خداوندی ہی اول و آخر اور مبداء و منتہا ثابت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا۔ اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالات نبوت آپ پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ہی کمالات علم و عمل کے منتہا ہوتے تو اصول مذکورہ کی رو سے آپ ہی کو ان کمالات بشری کا مبداء اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالات نبوت کا کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطہ اور فیض سے ملا ہے۔ پس جیسے آدم کی ابوت اول بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوتی تھی۔ ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی تھی۔ بقیہ سب باپوں کی ابوت ان کے واسطہ اور فیض سے تھی۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اول بھی ہوئی اور لوٹ کر پھر آخری بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی ہے کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ کے واسطہ اور فیض سے ہیں پس جیسے فلاسفہ کے یہاں ہر نوع کا ایک البغیہ مانا گیا ہے جو اس نوع کے لیے نقطہ فیض ہوتا ہے۔ ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطہ فیض اور جو ہر فرد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اس لیے آپ کی نبوت اصلی ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بواسطہ خاتم النبیین ہے۔ پس ہر کمال نبوت خواہ علمی ہو یا عملی —

اخلاق ہر اجتماعی حال کا ہر کام کا، وہ اولاً آپ میں ہوگا اور آپ کے واسطے سے دوسروں کو پہنچے گا۔ اس لیے اصول مذکور کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوتے تو آپ ہی فاتح نبوت ہوتے مگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوئی تو آپ ہی سے یقیناً پہلی بھی اور شروع بھی ہوئی کیلئے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں، آخر بھی ہیں اور اول بھی ہیں۔ مبداء بھی ہیں اور منتہا بھی ہیں چنانچہ جہاں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ:-

انی عبد اللہ وخاتم النبیین میں امت کا بندہ اور خاتم النبیین ہیں (البیہقی رحمہ اللہ عن عرواض بن ساریہ)

اور جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصرے تشبیہ سے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم شان قصر کی تکمیل ہو گئی۔

فَإِنَّمَا سَدَّدَتْ مَوْضِعَ الْبَلَدَةِ پس میں نے ہی قصر نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔

وہیں آپ نے اپنے کو قصر نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتایا۔

كُنْتُ بَنِيًّا وَالْأَوَّلَ مَبْنِيًّا میں اس وقت بھی بنی تھا جب

الروح المعبد

کہ آدم ابھی روح و بدن ہی درمیان ہی میں تھے۔

یعنی ان میں ابھی روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں بنی بنا دیا گیا تھا جس سے واضح ہے کہ آپ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے۔ اول بھی تھے اور آخر بھی چنانچہ ایک روایت میں اس فاقیت اور خاقیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ابو حدیث قارہ کا ایک ٹکڑہ ہے کہ:-

جعلني قاتلاً وخاتماً اور مجھے اشد نے فاتح بھی بنایا اور خاص کبریٰ حبیبؐ

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لیے اول و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیث ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ:-

هذا ابنك احمد هو الاول والآخر (کنز العمال)

یہ ہمارا بیٹا احمد ہے جو نبوت میں اول بھی ہے اور آخر بھی ہے پھر حدیث ابی ہریرہ میں اس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی کہ:-

كنت اول النبیین فی الخلق و آخرهم فی البعث (الترجم فی الدلائل)

میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے۔

اس لیے حقیقی طور پر آپ کی امتیازی شان محض نبوت نہیں بلکہ ختم نبوت ثابت ہوتی ہے جس سے آپ کے لیے یہ فاتح و خاتم اور اول و آخر ہونا ثابت ہوا اور آپ سارے طبقہ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوتے اور ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی لیے سارے انبیاء علیہم السلام سارے ہی کمالات بشری کے جامع ہوتے ہیں تو قدرتی طور پر خاتم نبوت کے لیے صرف جامع کمالات ہونا کافی نہیں بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے یعنی آپ کا ہر کمال انتہائی کمال کا نقطہ ہونا چاہیے۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہو سکتے اور یہ صورت جہاں یہ ماننا پڑے گا کہ جو کمال بھی کسی نبی میں تھا۔ وہ بلاشبہ آپ میں بھی تھا و میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا اور امتیاز و فضیلت کی انتہائی شان لیے ہوئے تھا اور یہ کہ وہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے واسطے سے تھا پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں فاتح کمالات اور فہمائے کمالات اور فہمائے کمالات ہی نہیں بلکہ اصلی کمالات اور افضل کمالات ثابت ہوئے کہ آپ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے جس کے فیض سے لگے اور پچھے با کمال بنے۔

عقلی طور پر اس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر عنایت ازلی سب سے

ہیں اور بلا واسطہ متوجہ ہوتی۔ وہ جس درجہ کا اثر اس سے قبول کر گیا یقیناً ثانوی درجہ میں اور بلا واسطہ فیض پائے والے اس درجہ کا اثر نہیں لے سکتے۔ پس اول مخلوق یعنی اول ماخلق اللہ فری کا مصداق، نور الہی کا جو نقش کابل اپنی استعداد کمال سے قبول کر سکتا ہے۔ پس کی توقع بلا واسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جا سکتی چنانچہ آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیاء سابقین کو الگ الگ دیتے گئے وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کئے گئے اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خواباں ہمہ دارند تو ہتھن داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے جو شانِ خانیگی کی ہزاروں امتیازی خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرت خاتم الانبیاء کے بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیال ہیں۔ اس حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکے گا کہ اولین و آخرین میں سے جس کا کمال کو جو کمال دیا گیا اس کمال کا انتہائی نقطہ حضور کو عطا فرمایا گیا، اپنی ہر جہتی حیثیت سے ممتاز و فائق اور افضل تر ہے مثلاً۔

(۱) اگر اور انبیاء بنی ہیں تو آپ خاتم النبیین ہیں۔ "ماکان محمد اباحد

من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (اسقرآن مجیم)
اور حدیث سلمان کا حصہ ذیل کہ آن کنت امطیفت ادم فقد ختمت
بک الانبیاء وما خلقت خلقا اکر منک علی خاص بکری ۱۹۳
(۲) اگر اور انبیاء کی نبوتیں مرجع اقوام و مل ہیں تو آپ کی نبوت اس کی
ساتھ ساتھ مرجع انبیاء و رسل بھی ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین
لما آیتکم من کتاب وحکمة شع جبار کہ رسول مصدق لما
معکم لتؤمنن بہ ولتقرننہ (اسقرآن مجیم)

نہ نہیں تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن
وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین تھے۔

عہ اور ارشاد حدیث کہ جبریل نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ
آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ اگر میں نے آدم کو صغی اللہ کا خطاب دیا ہے
تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے
اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔
اے اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا۔
کتاب ہو یا حکمت، پھر آدے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتا دے تمہاری
پاس والی کتاب کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے یہ مدد بلا
واسطہ ہوگی اگر کوئی رسول دورہ محمدی کو پا جائیں جیسے علیہ السلام آپ ہی
کی نبوت کے دورہ میں آسمان سے اترینگے اور اتباع محمدی کرینگے) یا بواسطہ ام
واقوام ہوگی اگر خود رسول دورہ محمدی نہ پائیں جیسے تمام انبیاء سابقین جو دورہ
محمد سے پہلے گزر گئے اور آپ کا دورہ شریعت انہوں نے نہیں پایا۔

(۳) اگر اور انبیاء عابد ہیں تو آپ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔ اللہ دخلت
بیت المقدس فجمع لی الانبیاء فقد منی جبریل حتی امتہم (انسان علیہ السلام)

(۴) اگر اور انبیاء اپنے ظہور کے وقت نبی ہوئے تو آپ اپنے وجود ہی
کے وقت سے نبی تھے جو تخلیق آدم کی تکمیل سے بھی قبل کا زمانہ ہے۔ کنت
بنیا و ادم بین الروح والجسد منذ امد

(۵) اگر اور وہ کی نبوت حادث تھی جو حضور کی نبوت عالم خلق میں قدیم تھی۔

قال ابوہریرۃ متی وجبت لك النبوة قال بین خلق

آدم و نفخ الروح فیہ مستدرک حاکم و ہیثمی و ابوشیم

(۶) اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ

ساتھ سبب تخلیق کائنات بھی ہیں۔ فلولا محمد ما خلقت آدم

ولا الجنة ولا النار استدرک

عہ شب معراج کے واقعہ کا محو ہے کہ پھر میں داخل ہوا بیت المقدس
میں اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا۔ تو مجھے جبرائیل نے آگے بڑھایا
یہاں تک میں نے تمام انبیاء کی امامت کی۔

اے میں بنی تھا اور آدم ابھی تک روح اور بدن کے درمیان ہی تھے
یعنی ان کی تخلیق ابھی مکمل نہ ہوتی تھی۔

عہ ابوہریرہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت
ہوئی؟ آپ نے فرمایا۔ آدم کی پیدائش اور ان میں روح آنے کے درمیان میں۔
اے اگر محمد نہ ہوں (یعنی میں انہیں پیدا نہ کروں) تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و نار کو

(۷) اگر عہد الست میں اور انبیاء مع تمام اولاد کے بلی کے ساتھ مقرر تھے تو حضور اول المقربین تھے جنہوں نے سب سے پہلے بلی کہا اور بلی کہنے کی سب کو راہ دکھلائی۔ کائن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اول من قال بلی ولذلك صلی اللہ علیہ وسلم متقدم الانبیاء وهو آخر من بعث (خدا) (۸) اگر روز قیامت اور انبیاء قبور سے مبعوث ہونگے تو آپ اول المبعوثین ہوں گے۔ انا اول من تشق حنہ الارض (منہ حدیث ابن عباس) (۹) اگر اور انبیاء ابھی عرصات قیامت ہی میں ہونگے تو آپ کو سب سے پہلے پکار بھی لیا جائے گا۔ کہ مقام محمود و پڑھیں کہ اللہ کی منتخب حمد و ثنا کریں۔ فیکون اول من یدعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فذلک قولہ تعالیٰ عسی ان یمشک ربک مقام محمود (منہ حدیث ابن عباس) (۱۰) اگر اور انبیاء کو روز قیامت ہنوز سجدہ کی حرات نہ ہوئی تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے گی۔

۱۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عہد الست کے وقت بلی فرمایا۔ اسی لیے آپ تمام انبیاء پر مقدم ہونگے ورنہ آپ سب کے آخروں میں بھیجے گئے ہیں۔ ۲۔ میں سب پہلا ہوں گا کہ زمین اس کے لیے شق ہوگی یعنی قبر سے سب پہلے میں اٹھوں گا۔ ۳۔ پس جنہیں میدانِ محشر میں سب پہلے پکارا جائے گا۔ (کہ مقام محمود پر آجائیں اور حمد و ثنا کریں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ یہی معنی ہیں اللہ کے اس قول کے کہ قریب ہے بھیجے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔

۱۔ انا اول من یؤذن له بالسجود یوم القیامۃ (مسند احمد عن ابی الدرداء) (۲) اگر اور انبیاء اجازت عامہ کے بعد ہنوز سجدہ ہی میں ہوں گے تو آپ کو سب سے اول سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دے دی جائے گی انا اول من یرفع رأسہ فانظر الی بین یدئ (مسند احمد عن ابی الدرداء) دفع مسلم۔

فیقال یا محمد ارفع رأسک سل تعط واشفع تشفع (۱۲) اگر اور انبیاء روز قیامت شافع اور شفیع ہوں گے تو آپ اول شافع اور اول مشفع ہوں گے۔ انا اول شافع و اول مشفع (ابن عمر رضی اللہ عنہما) (۱۳) اگر اور انبیاء کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی تو حضور کو شفاعت کبریٰ یعنی تمام اقوام دنیا کی شفاعت دی جائے گی۔ اذہبوا الی محمد فیا تون فیقولون یا محمد انت رسول اللہ و خاتم النبیین غفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر

۱۔ میں سب سے پہلا ہوں گا۔ جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت دی جائے گی۔ ۲۔ میں سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور اپنے سامنے نظر کروں گا۔ (جب کہ سب کی نگاہیں نیچی ہوں گی) کہا جائے گا محمد! سر اٹھاؤ جو مانگو گے دیا جائے گا (جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی)۔ ۳۔ میں سب پہلا شافع اور سب پہلا مشفع ہوں گا (جس کی شفاعت قبول کی جائے گی)۔

فاشع لنا اب سربك الحديث سند احمد من ابی ہریرہ
(۱۴) اگر تمام انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست لھا لست لھا میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں، کہہ کر پیچھے ہٹ جائیں گے تو حضور کے دھوے کے ساتھ انا لھا انا لھا (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعت عامہ کا مقام سنبھال لیں گے (مصنف ابن ابی شیبہ عن سلمان)۔

شفاعت کے سلسلہ میں اس حدیث طویل میں ہے کہ جب اولین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلب شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ دار شفاعت سے مندرجہ ہوتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے اور طالب شفاعت ہونگے تو فرمائیں گے کہ ہاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آدم کی ساری اولاد آپ کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے محمد! آپ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالت محمدی اور ختم نبوت کا اقرار کرنا پڑ گیا) آپ کی اگلی آؤ پھلی لغزشیں خستہ ہی معاف کر دی گئی ہیں (یعنی آپ کے لیے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کر میرا پر فلاں لغزش کا بوجھ ہے میں شفاعت نہیں کر سکتا کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے) اس لیے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں تو آپ اسے بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمائیں گے اور شفاعت کبریٰ کریں گے۔
۱۵۔ اس روایت کی بھی وہی تفصیل ہے ۱۴ میں گزری۔

(۱۵) اگر اور انبیاء بھی میدانِ شہر میں ہوں گے تو آپ سے پہلے ہونگے چوں صراط کو عبور بھی کر جائیں گے (یعنی جبر جہنم فاحکون اول من یجیز ہندی کو سلم من ابی ہریرہ)۔

(۱۵) اگر اور انبیاء اور اولین و آخرین ہنوز پیش دروازہ جنت ہی ہوں گے تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جو دروازہ جنت کھٹکائیں گے انا اول من یفتح باب الجہنم (ابو نعیم من ابی ہریرہ)۔

(۱۶) اگر اور انبیاء اور اقوام انبیاء ہنوز داخل جنت کی اجازت ہی کے مرحلہ پر ہوں گے تو آپ کے لیے سب سے پہلے دروازہ جنت کھول بھی دیا جائے گا۔ انا اول من تفتح لہ ابواب الجہنم (ابو نعیم و ابن جریر عن حذیفہ)۔
(۱۷) اگر اور انبیاء باب جنت کھٹکے پر ابھی داخلہ کے آرزو مند ہی ہوں گے تو آپ سب سے اول جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ وانا اول من یدخل الجہنم یوم النقیمة ولا فخر (بیہقی و ابو نعیم من انس)۔

(۱۸) اگر اور انبیاء کو علوم خاصہ عطا ہونے تو آپ کو علم اولین و آخرین دیا گیا۔ اوتیت علما الاولین و الاخرین (خاصہ کبریٰ ص ۱۲۱)۔

۱۹۔ جہنم پر پل تان دیا جائے گا تو سب سے پہلے اسے عبور کرنے والے ہوں گا۔
۲۰۔ میں سب سے پہلے دروازہ جنت کھٹکھاؤں گا۔

۲۱۔ میرے لئے سب سے پہلے دروازہ جنت کھولا جائے گا۔

۲۲۔ روز قیامت میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ مگر غرت نہیں کہتا۔

۲۳۔ مجھے علم اولین و آخرین دیا گیا ہے جو الگ الگ انبیاء کو دیا گیا تھا جیسے آدم

کو علم اسماء۔ یوسف کو علم تعبیر خواب۔ سلیمان کو علم منطق الطیر۔ حضرت کو علم لدنی۔ عیسیٰ کو حکمت خیر

(۱۹) اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا جس کے معنی معاملات میں غلطی سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطا جس کے معنی غفور مہربان کے ہیں تو آپ کو خلق عظیم دیا گیا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے۔ **وَأَنْتَ لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ (اسقران حکیم)**
(۲۰) اگر اور انبیاء متبوع اہم اقوام تھے تو حضور متبوع ابیدہ و کرسل تھے۔
تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ سَعَى الْبَاقِي (مشکوٰۃ)
(۲۱) اگر اور انبیاء کو قابل نسخ کتابیں ملیں تو آپ کو ناسخ کتاب عطا

۱۹ خلق حسن یہ ہے کہ ظلم کرنے والے سے اپنا حق پورا پورا لیا جلتے بھڑکا نہ جلتے مگر عدل و انصاف جس میں کوئی تعدی اور زیادتی نہ ہو۔ یہ مساوات ہے اور خلاف رحمت نہیں۔ خلق کریم یہ ہے کہ ظالم کے ظلم سے درگزر کر کے اپنا حق معاف کر دیا جائے یہ کریم نفس ہے اور فی الجملہ رحمت بھی ہے کہ اگر دیا نہیں تو لیا بھی نہیں اور خلق عظیم یہ ہے کہ ظالم سے نہ صرف اپنے حق کی ادائیگی معاف کر دی جلتے بلکہ اوپر سے اس کے ساتھ سلوک و احسان بھی کیا جائے جب کہ وہ حق تلفی کر رہا ہو۔ اس خلق کی روح غلبہ رحمت و شفقت اور کمال ایثار ہے اسی کو فرمایا کہ اے نبی! آپ خلق عظیم پر ہیں۔

۲۰ اگر موسیٰ آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا:

ہوتی۔ **أَنْتَ خَصَلَتْكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْخَةً مِنَ التَّوْرَةِ**
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نَسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَةِ خَسَّكَ فَبَعَلَ يَقُولُ وَوَجِبَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْيِيرَ فَقَالَ ابُوبَكْرٍ لَكَ الشَّاهِدُ
مَا تَرَى مَا نَرَى، رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَظَرُ عُمَرَاؤُ
وَجِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ
اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِحَمْدِ نَبِيِّنَا
فَقَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ
لَوْ بَدَأْتُ الْكَرَمَ مِنْ بَلِي فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَحْتَمَوْتُمْ لَفَضَّلْتُكُمْ عَنْ سِوَا السَّبِيلِ
وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَادْرَكَ نَبِيُّكَ لَأَتَيْتُمُوهُ (دارمی عن جابر)

۱۸ حضرت مورتورات کا ایک نسخہ حضور کے پاس لے آئے اور عرض کیا کہ یہ تورات ہے آپ خاموش رہے تو انہوں نے اسے پڑھا شروع کر دیا اور آپ کا چہرہ ہلکا ہوا غصے سے متغیر ہوا شروع ہو گیا تو صدیق اکبر نے حضرت عمر کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے گم کر دیں گم کرنے والیاں کیا چہرہ نبوی کا اثر بہتیں نظر نہیں آ رہا ہے؟ تب حضرت عمر نے چہرہ آہستہ آہستہ کو دیکھا اور دہل گئے، فوراً زبان پر جاری ہو گیا میں پتہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے ہم راضی ہوتے اللہ سے بجا ظلم رب ہونے کے اور راضی ہوتے اسلام سے بجا ظلم دین ہونے کے اور راضی ہوتے محمدی اللہ علیہ وسلم سے بجا ظلم نبی ہونے کے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر

باقی صفحہ پر

(۲۲۶) اگر اور انبیاء کو دین عطا کیا گیا تو آپ کو کمال دین دیا گیا جس میں نہ کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی البتہ اکملت لکم دینکم (اسقرآن حکیم)
(۲۲۷) اگر اور انبیاء کو ہنگامی دین دیے گئے تو حضور کو دوامی دین عطا کیا گیا البتہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (اسقرآن حکیم)

(۲۲۸) اگر اور انبیاء کو دین عطا ہوا تو آپ کو غلبہ دین عطا کیا گیا هو الذی ارسل رسولہ بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (اسقرآن حکیم)

(۲۲۹) اگر اور انبیاء کے دین میں تحریف و تبدیل راہ پاگئی جس سے وہ ختم ہو

بقیہ وقت آج تمہارے پاس موبی آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تم بدشاہید رہے راستہ سے ہٹک جاؤ گے اور اگر آج موبی زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کو پا لیں تو وہ یقیناً میرا ہی اتباع کریں گے۔

آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا (جس میں ناب کی گنجائش نہ رہی نہ زیادتی کی گنجائش نہ رہی) آج کے دن میں نے دین کو کامل کر دیا جس میں کوئی کمی نہیں رہی تو کسی نے دین کی ضرورت نہیں رہی پر وہ منور ہو گیا جس سے اس دین کا دوامی ہونا ظاہر ہے اور پہلے ادیان میں کمی تھی جس کی اس دین سے تکمیل ہوئی تو کچھ کسی نام دین کی اب حاجت نہیں رہی پس وہ منور ہو گیا جس سے اس کا ہنگامی ہونا ظاہر ہے) آج وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت و دین دے کر تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

گئے تو آپ کے دین میں تجدید رکھی گئی جس سے قیامت تک تازہ بہ تازہ ہو کر دواماً باقی رہے گا ان الله یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مملۃ سہ من یجد لہا دینہا (مشکوۃ)۔

(۲۳۰) اگر شریعت موسوی میں جلال اور شریعت عیسیٰ میں جمال غالب تھا یعنی حکم کی صرف ایک ایک جانب کی رعایت تھی تو شریعت محمدی میں جلال و جمال کا مجموعی کمال غالب ہے جس کا نام اعتدال ہے جس میں حکم کی دونوں جانبوں کے ساتھ درمیانی جہت کی رعایت ہے جسے توسط کہتے ہیں

و جعلناکم امۃ وسطاً (اسقرآن حکیم)
(۲۳۱) اگر دینوں میں تشدد اور تنگی اور شاق شاق ریاضتیں تھیں جسے تشدد کہا جاتا ہے تو اس دین میں نرمی اور توافق طابع رکھ کر تنگ گیری ختم کر دی گئی ہے لا تشدد علی انفسکم فی شدد اللہ علیکم فان قومًا تشددو علی انفسہم فشد اللہ علیہم فتک بقایاہم فی الصوامع والدیار (ابوداؤد عن انس)

۲۳۲ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اٹھاتا رہے گا اس امت کے لیے وہ لوگ جو ہر صدی کے سرے پر دین کو تازہ بہ تازہ کرتے رہیں گے اور بنایا ہم نے تم کو (بحیثیت دین) کے امت اعتدال۔
۲۳۳ اپنے اور پر سختی مت کرو (ریاضت شاقہ اور ترک لذات میں مبالغہ مت کرو) کہ اللہ بھی تم پر سختی فرمانے لگے اس لیے کہ جہنم نے اپنے اور پر تشدد کیا رہبانیت یعنی یہود و نصاریٰ تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی سو یہ مندروں اور خانقاہوں میں کچھ اچھے کے بچے بچھلے لوگ ٹپے جوتے ہیں۔

(۲۸) اگر بلسہ خصومات شریعت موسوی میں تشدد ہے یعنی انتقام فرض ہے عفو و درگزر جائز نہیں و کتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعين والآلة اور شریعت عیسوی میں تساہل ہے یعنی عفو و درگزر فرض ہے انتقام جائز نہیں بنقص عہ انجیل گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کر دو تو شریعت محمدی میں توسط و اعتدال فرض ہے کہ انتقام جائز اور عفو و درگزر افضل ہے جس میں یہ دونوں شریعتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ وجزاء سیئة سیئة مثلہا فمن عفا واصلح فاجرة علی اللہ انہ لا یوجب الظلمین (استقرآن حکیم)

(۲۹) اگر شریعت عیسوی میں صرف باطنی صفاتی پر زور دیا گیا ہے خواہ ظاہر گندہ ہی کیوں نہ رہ جاتے نہ غسل جنابت ہے نہ تطہیر اعضاء، دوسری ملتوں میں صرف ظواہر کی صفاتی پر زور دیا گیا ہے کہ غسل بدن روزانہ ضروری ہے خواہ میں باطن میں خطرات کفر و شرک کچھ بھی بھرے پڑے رہیں تو شریعت محمدی میں طہارت

عہ اور ہم نے ان بنی اسرائیل پر فرض کر دیا تھا تو میں کہ نفس کا بدلہ نفس، آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ الخ عہ انجیل میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی تمہارے باتیں گال پر تھپڑ مارے تو تم ریاں گال بھی پیش کر جھاتی ایک اور مارتا چل۔ خدا تیرا بھلا کرے گا۔

شکے اور برائی کا بدلہ اسی سیبی اور اتنی ہی برائی ہے یعنی حسن ہے اور جو معاف کرے اور درگزر کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اور اللہ ظالموں کو جو حدود سے گزر جانے والے ہوں، پسند نہیں کرتا۔

*

ظاہر و باطن دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ و تکتبنا بک فطہرنا (استقرآن حکیم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنی ارفع انہماک فانہ انقی للعلی و انقی لربک ارشاد حدیث ہے السواک مطہرة للفسح و مضیة للرب (۳۰) اگر ادریاں میں اپنی اپنی قومیتوں اور ان ہی کے تھپڑ کھانے کی رعایت ہے۔ مقولہ موسوی ہے ان ارسل معنا بنی اسرائیل و لم یعتد بہمہ مقولہ عیسوی ہے کہ میں اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں و غیرہ تو میں محمدی میں نفس انسانیت کی رعایت اور پورے عالم بشریت پر شفقت سکھائی گئی ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من یحسن الی عیالہ (مشکوٰۃ)

۱۱ اور اپنے پٹروں کو پاک کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب ایک فقیر مزار پر سی کے لیے حاضر ہوا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچی زمین پر گھسٹی ہوئی آ رہی تھی۔ تو فرمایا کہ اسے جوان لنگی ٹخنوں سے اور پٹھا کہ یہ کپڑے کے حق میں صفاتی اور پاکی اور پردہ گاہ کی نسبت سے تقویٰ (باطنی پاکی) کا سبب ہوگی جس سے ظاہری و باطنی دونوں پاکوں کا مطلوب ہونا واضح ہے اور حدیث میں ہے کہ سواک کن منک تو پاکی ہے اور پردہ و دگر کی رضا ہے۔ یعنی سواک ظاہری اور باطنی دونوں پاکیاں پیدا کرتی ہے جس سے ظاہر و باطن کی صفاتی اور پاکی کا مطلوب ہونا نمایاں ہے۔

عہ بھیج میری ساتھ بنی اسرائیل اور انہیں ستامت۔

نکے ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کی ساتھ احسان سے پیش آئے۔

(۳۱) اگر اور انبیاء نے صرف ظاہر شریعت یا صرف باطن پر حکم کیا تو آپ نے ظاہر و باطن دونوں پر حکم کیا اور آپ کو شریعت و حقیقت دونوں عطا کی گئیں۔ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَاطِبٍ اَنْ رَجُلًا سَرَقَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّقِيَهُ فَقَالَ اقْتُلُوهُ فَقَالُوا اِنَّمَا سَرَقَ قَتَالَ فَاَقْتُلُوهُ (فقط) شو سرق ایضا فقطع شو سرق علی عہد ابی بکر فقطع شو سرق فقطع حتی قطعت قوائمه شو سرق الخامسہ فقال ابو بکر کان رسول اللہ علیہ وسلم اعلم بہذا حیث امر بقتله اذ ہوا بہ فاقتلوه (سند رک احکم و محکم)

اللہ خضر علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی توڑ دی۔ ناکرہ گناہ کے کو قتل کر دیا یا بچل گاؤں کی دیوار میں دی اور موسیٰ علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا کہ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شریعیہ ظاہری پر ہیں اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضور نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو حالانکہ چوری کی ابتدائی سزا قتل نہیں تو صحابہ نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے چوری کی ہے (کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے) فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا پایاں پر کاٹ دیا (باقی صفحہ ۲۵)

(۳۲) اگر انبیاء سابقین کو شریعت اصلہ دی گئیں تو آپ کو آپ کی امت کے راسخین فی العلم کو شریعت وضعیہ یعنی اجتہادی مذاہب عطا کیے گئے جن میں تشریع کی شان رکھی گئی کہ آئمہ اجتہاد اصل شریعت کے احکام و علل و اوصاف اور اسرار و حکم میں شرعی ذوق سے غور و تدبیر کے نئے نئے حوادث کے احکام کا استخراج کریں اور باطن شریعت کھول کر نمایاں کر دیں لعلہ الذین یستنبطونہ منہم (القرآن حکیم) (۳۳) اگر اور انبیاء کے ادیان میں ایک نیکی کا اجر ایک ہی ہے تو آپ کے دین میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے اور ایک نیکی برابر دس نیکیوں کے ہے۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (القرآن حکیم)۔

بقیہ یہ تھا۔ پھر حضرت ابو بکر کے زمانے اس نے پھر چوری کی تو اس کا پایاں ہاتھ کاٹ دیا جو چھٹی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ پر کاٹ دیتے جانے کے باوجود جب اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبر نے فرمایا کہ اس کے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا کہ اپنے پہلی ہی بار ابتداء ہی میں جان لیا تھا کہ چوری اس کا جزا قصاص ہے چوری کی سزاؤں سے باز آنے والا نہیں اور ابتداء ہی میں اس کے باطن پر حکم کا قتل کا حکم دیدیا تھا جہاں اب خبر ہوئی جبکہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہذا اپنے قتل کر دو۔ تب قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت واقعات احادیث میں جا بجا ملتے ہیں۔ آئمہ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر اسے وہ پیغمبر کی طرف یا راسخین فی العلم تک پہنچا دیتے تو جو لوگ اس میں سے استنباط کرتے ہیں وہ اسے جان لیتے جس سے استنباطی اور اجتہادی شریعت ثابت ہوتی ہیں) ظاہر جس نے ایک نیکی کی تو اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔

(۳۳) اگر اور انبیاء کو ایک ایک نماز ملی تو حضرت کو پانچ نمازیں عطا ہوئیں۔
عن محمد بن عائشہ ان آدم لما يتب عليه عند الفجر صلى ركعتين
فصارت الصبح وفدى اسحق عند الظهر فصلى ابراهيم اربعاً
فصارت الظهر وبعث حزير فقبل له كعباً لبثت قتال يوماً فقام
الشمس فقال او بعض يوم فصلى اربع ركعات فصارت العصر وغفر
لداود عند المغرب فقام فصلى اربع ركعات فجمهد فجلس في الثالثة
فصارت المغرب ثلثاً واول من صلى العشاء الاخرة نبينا محمد
صلى الله عليه وسلم (طحاوی بحوالہ خصائص کبری ص ۲۲۲)

۳۳ محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول ہوئی
تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو صبح کی نماز کا وجود ہوا اور حضرت اسحق علیہ السلام
کا جب ظہر کے وقت غریہ دیا گیا اور انہیں نذر کے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ
السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعمت پڑھیں تو ظہر ہو گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام
کو جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے؟ کہا، ایک دن، پھر جو سورج
دیکھا تو کہا یا کچھ حصہ دن (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر
ہو گئی اور مغفرت کی گئی حضرت داؤد علیہ السلام کی غروب کے وقت توروہ
کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھنے کے لیے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی
میں بیٹھ گئے تو مغرب ہو گئی اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی - وہ
بنی کریم صلعم ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں۔

(۳۴) اگر اور انبیاء کی ایک نماز ایک ہی رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ نمازیں
پچاس کے برابر بھی گئیں۔ ہی خمس بن خمسین (ص ۲۲۲)
(۳۵) اگر اور انبیاء نے بطور شکر نعمت خود سے اپنی اپنی نمازیں تعین کی تو آپ
کو آسمان پر بلا کر اپنی تعین سے نمازیں خود حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائیں
(کما فی حدیث المعراج المشہور)

(۳۶) اگر اور انبیاء کی نمازیں مخصوص مواقع کے ساتھ متعین تھیں جیسے محراب
یا صومعہ یا کینسہ وغیرہ تو حضور کی نماز کے لیے پوری زمین کو مسجد بنایا گیا۔
جعلت لى الارض مسجداً وطهوراً (بخاری مسلم) وشیخ بلالہ ولو یکن
احد من الانبیاء یصلی حتی یملأ محرابه (خصائص کبری ص ۲۲۲)

۳۴ شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کے
مشورہ سے آپ کی کمی کی درخواستیں کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی رہیں جب
پانچ رہ گئیں اور آپ نے حیاء ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی۔ تو ارشاد ہوا بس
یہ پانچ نمازیں ہی آپ پر اور آپ کی امت پر فرض ہیں مگر یہ پانچ پچاس کے برابر
رہیں گی اجر و ثواب میں

۳۵ جیسا کہ حدیث معراج میں تفصیلاً مذکور ہے اور شب ۲۸ میں اسکا مختصر تذکرہ آچکا ہے
۳۶ انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب (مسجد) میں اتنے بغیر نماز ادا کرتا ہو
یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مجھے پانچ چیزیں دی گئیں ہیں جو سب انبیاء کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے
کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنا دیا گیا ہے کہ اس قدر تم کروں جو حکم میں حضور
باقی صفحہ ۲۸ پر

(۳۷) اگر اور انبیاء اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ کائنات النبی مبعوث الی قومہ خاصہ و بعثت الی الناس کافۃ (نہری وسلم من ہام) و فی التزیل و ما ارسلناک الا کافۃ للناس (۳۸) اگر اور انبیاء کی دعوت خصوصی تھی تو آپ کو دعوت عامہ دی گئی۔ یٰٰاَیُّهَا النَّاسُ اخْبَدُوا رَبَّکُمْ ذٰلَکَ فَتَقٰی اَیَّٰتُہَا النَّاسُ اَتَقُوْا رَبَّکُمْ (القرآن حکیم)

(۳۹) اگر اور انبیاء محدود مخلوق کے لیے رحمت تھے تو آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت تھے۔ و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (القرآن حکیم)۔ (۴۰) اگر اور انبیاء اپنے اپنے قبیلوں کو ڈرانے والے تھے۔ تو حضور جہانوں کے لیے نذیر تھے۔ و ان من امة الا خلا فیہا نذیر اور حضور کے لیے ہے

بتقریرؑ کے ہو جائے مایتم جنابت کروں جو حکم میں غفل جنابت کے ہو جائے جب کہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو

۳۷۔ ہر نبی خصوصیت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف میں ہے اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اسے پیغمبر مگو سارے انسانوں کے لیے۔

۳۸۔ اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو۔

۳۹۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

لیسکون للمسلمین نذیراً (القرآن حکیم)

(۴۱) اگر اور انبیاء اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث اور مادی تھے و لکل قوم عا د ہر ہر قوم کے لیے ایک ایک مادی ضرور آیا، تو حضور سارے انسانوں کے لیے مادی تھے۔ و ما ارسلناک الا کافۃ للناس (القرآن حکیم) و بعثت انا الی الجن و الانس (نہری وسلم من ہام)

(۴۲) اگر اور انبیاء کو ذکر دیا گیا کہ مخلوق انہیں یاد رکھے تو آپ کو رفعت ذکر دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جاتے۔ اذانوں اور تکبیروں، خطبوں اور خاتوں، وضو نماز اور ادوا اشغال اور دعاؤں کے اقتراح و اختتام میں آپ کے نام اور منصب نبوت کی شہادت دی جاتے، و رفعنا لک ذکرک (القرآن حکیم) و ہمیشہ ابوسعید خدری قال لی جبریل قال اللہ اذا ذکرک ذکرک معی (ابن عبید و ابن جابر)

نہ اور کوئی امت نہیں گزری جس میں ڈرنے والا نہ آیا ہو اور حضور کے لیے فرمایا گیا تاکہ ہوں آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

۳۷۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگو سارے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اور ارشاد حدیث ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں، جنوں اور انسانوں سب کی طرف۔

۳۸۔ اور ہم نے اپنے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرائیل نے کہا۔ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (اے پیغمبر) جب آپ کا ذکر کیا جائے گا۔ تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہوگا۔ تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا جیسا کہ اذانوں تکبیروں خطبوں و غیرہ کے صفحہ پر

(۴۳) اگر اور انبیاء کا محض ذکر حق تعالیٰ نے فرمایا تو آپ کا ذکر اپنے نام کے ساتھ ملا کر فرمایا۔ دیکھو سابقہ حاشیہ کی دو وجہیں سے زائد آیتیں۔
(۴۴) اگر اور انبیاء نے روحانیت کے کمال کو خلوت و انقطاع اور ربانیت کا پابند ہو کر دکھلایا۔ تو آپ نے اسے جلوتوں کے جرم جہاد، جماعت، سیاحت و سفر، شہری زندگی، معاشرت اور حکومت میاں سے اسے اجتماعی گوشوں میں سمو کر دکھلایا۔

بقیہ صفحہ ۲۹ اور دعاؤں کے افتتاح و ختم نام کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول ہے جیسا فرمایا گیا۔ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاَطِيعُوا
اللَّهِ وَرَسُولَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ وَاَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ وَ
اِذَا نَزَلَ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ۔ اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ۔ اِذَا قُلِيَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ امْرًا۔ وَشَاقَّوْا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ۔ وَمَنْ
يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ وَمَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ وَلَهُ يُخِذْ مِنَ
دُونِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ يَخَارِبْهُنَّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
قَتَلَ الْاَنْفَالَ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ۔ فَاَنْ لِّلَّهِ خُمُسُهُ وَلِلرَّسُولِ۔ فَهُدُوهُ
اِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ مَا اَتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ سَيُؤْتِيَنَا اللَّهُ مِنْ
مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولِهِ۔ اِنْ شَاءَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ كَذَّبُوا اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ۔ اِنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ
رَسُولِهِ۔ لَا تَقْعُدُوا بَيْنَ يَدَيْهِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔

اَلْاَرْبَابُ فِي الْاِسْلَامِ (امدیث) و سیاحت امت
الجهلاء (امدیث) قل سید ف الارض (اقرآن مجید) لا
اسلام الا جماعۃ۔ (مقدمہ عرضی اللہ عزوجل)
(۴۵) اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصار موسیٰ، ید بیضا، احیاء میتی، نار خلیل
انقطاع، قلہ شیب، فیض یوسف وغیرہ) دیتے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر
کے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا جس
نے عقل، قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا۔

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (اقرآن مجید)
(۴۶) اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذوات کے ساتھ ختم ہو گئے
کہ وہ ان ہی کے اوصاف تھے تو حضور کو دوامی معجزہ قرآن کا دیا گیا جو
قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے
لازلزال ہے۔ اِنَّا خَلَقْنَا النُّكْرَ وَاِنَّا لَعَافُظُونَ۔

(۴۷) اگر اور حضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں
ہے۔ ایسے وہ بدل بدل گئیں تو آپ کو وہ کتاب دی گئی جس کے وعدہ حفاظت کا

اسلام میں ربانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں۔ اور میری امت کی سیاحت و سیر
ہے۔ کہتے تھے کہ پیغمبر اکرم چلو پھر زمین میں۔ اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے
کہ ہم نے قرآن اتارا تاکہ عقل سے سمجھو۔
کہ ہم نے یہی قرآن اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اعلان کیا گیا جس سے وہ کبھی نہیں بدل سکتی۔ انا نحن نزلنا الذکر
واناله لحفظون لایاتہ الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (انکران کیم)
(۲۸) اگر اور انبیاء سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس
یا صرف معاشرت یا صرف سیاست مدن یا دغط وغیرہ اور ایک ہی لغت
پر نازل شدہ دی گئیں تو حضور کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی
جو سات لغات پر اتری۔ کتان الکتاب الاقل ینزل من باب واحد
على حرف واحد ونزل القرآن من سبعة ابواب على سبعة احرف
زاجروا امر وحلال وحرام ومعکم ومتشابه وامثال (متذکر حکم دینی من باب سوم)
(۲۹) اگر اور حضرات کو صرف ادب و طلب کے کلمات دیتے گئے تو آپ کو جو امع
الکلم وجامع اور فصیح و طبع ترین تعبیرات دی گئیں جس سے اردوں کی پوری
پوری کتابیں کی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا گئیں اور ان میں مما گئیں
اعطیت جوامع الکلم (سند احمد من جابر) خلاصہ ص ۱۹۳) اعطیت مکان
کے ہم ہی نے یہ ذکر قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔
اور فرمایا نہیں اس کے پاس چمک سکتا باطل نہ آگے نہ پیچھے ہے۔
۳۰ پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں
اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترتا ہے۔ زجر امر حلال
حرام بمعکم متشابه اور امثال۔
۳۱ مجھے جوامع کلم دیتے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع ترین جملے جن میں نہ کی بات کہہ دی
گئی ہو اور شاید بیشد ہے مجھے دیتے گئے ہیں تورات کی جگہ سبع طوال (ابتداء کی سات سورتیں
(باقی اگلے صفحہ)

التوراة السبع الطوال ومکان الزبور المثین ومکان الانجیل
المشانی وفضلت بالمفصل (بیہقی من واثق ابن اسحق)
(۵۰) اگر قرآن میں حق تعالیٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضور کے
ایک ایک عضو اور ایک ایک اعضاء کا پیار و محبت سے ذکر کیا ہے چہرہ کا ذکر فرمایا
قد ندری تغلب وجهک فی السماء آنکھ کا ذکر فرمایا ولا تمذن
بینک زبان کا ذکر فرمایا فانسیرناہ بلسانک ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا
ولا تجعل یدک مغلولتالی غنقک سینہ کا ذکر فرمایا الم نشرح لك صددک

(۳۲) توبہ، آل عمران، مائدہ، نساء، انعام، الفعوال، توبہ اور زبور کی جگہ میں (سورتیں)
والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورہ فاتحہ اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی
گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل وسط مفصل اور قصار مفصل
سب شامل ہیں اور سورۃ ق یا سورۃ فتح یا سورۃ محمد سے علی اختلاف
الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئیں ہیں۔
۳۳ آیات اعضا کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔
عہ ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھما گھما کر آسمان کو دکھنا۔
عہ اور آنکھیں اٹھا کر مت دیکھ۔
عہ بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر
لعہ اور مت کر اپنے ہاتھ کو شکر اہوا اپنی گردن تک۔
عہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

پیٹھ کا ذکر فرمایا اور وضعنا عنک و زرك الذی انقض ظلمك قلب
کا ذکر فرمایا نزلہ علی قلبک آپ کی پوری زندگی اور عمر کا ذکر فرمایا جس
میں تمام ادائیں اور احوال بھی آجاتے ہیں۔ لعنک انھم لغی
سکرتھو یعمھون۔

(۵۱) اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرح صف
بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔
فضلت علی الناس بثلاث الی قولہ وجعلت صفونہ کصفوف
الملئکة (بیہقی عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)۔

(۵۲) اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام
کر کے توحشوں کے تہنا ایک ہی علمی معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو
جھکا کر مطیع بنالیا۔ کروڑوں ایمان لے آئے اور جو نہیں لاتے وہ اس
کے اصول ملنے پر مجبور ہو گئے پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ
کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔

۵۰ اور ہم نے اتار دیا تجھ سے بوجھ تیرا جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی۔

۵۱ اتار اللہ نے قرآن تیرے دل پر۔

۵۲ تیری زندگی کی قسم! یہ کفار، اپنی بے عقلی کی مدہوشیوں میں پے جھٹکتے ہیں

۵۳ (میں نے) فضیلت دی گئی ہے لوگوں پر تین باتوں میں (جن میں سے ایک یہ ہے
کہ کی گئی ہیں ہماری صفیں نمازیں) مثل صفوف ملائکہ کے۔

۵۲ ما من الا نبیاء نبی الا اھل ما مثله آمن حلیہ البشر وانما کان الذی
اوتیتہ وحیاء او عاہ اللہ الی فان جواں اکون اکثرتھم تانباً (بخاری عن ہریرہ)
(۵۳) اگر اور انبیاء کو عبادت الہی میں اس جہت سے بھی مخاطب نہیں
بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحت وسلام میں مخاطب بنایا گیا
السلام حلیہ ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۵۳) اگر عشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے
صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے
نیچے جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔ آدم اور ان کی ساری ذریت ہو
گی۔ آدم ومن دونہ تحت لوائہ یوم القیمۃ ولا فخر (مسند احمد)۔

(۵۴) اگر انبیاء و ائم سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے۔ تو
آپ اس دن اولین و آخرین کے خطیب ہوں گے فلیکملج (خاصہ کبریٰ)

۵۲ کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس
پر آدمی ایمان لاسکے اور مجھے خدا نے وہ اعجازی نشان دی کا دیا ہے (یعنی قرآن
حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے (خاصہ کبریٰ ۵۳)
۵۳ (۱) سلامتی ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

۵۴ (ب) آدم اور ان کی ساری اولاد میرے جھنڈے کے تلے ہوں گے
قیامت کے دن۔ مگر غرض نہیں کہتا بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔
۵۵ خاصہ کبریٰ کی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔

(۵۵) اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور اقسام سے پہچانی جاویں گی تو آپ کی امت مستقل خود اپنی ذاتی علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔ قالوایا رسول اللہ تعزنا یومئذ؟ قال نعم لکم سیمایست لاحد من الامم تردون حلی غدا معجلین من اثر الوضوء (مسلم عن ابی ہریرہ)

(۵۶) اگر اور انبیاء کو حق تعالیٰ نے نام لے لے کر خطاب فرمایا کہ تشریف آرم اسکن انت مزدجک الجنة۔ بیچ اہبط بسلامنا وبرکت یا ابراہیم اعرض عن هذا۔ یحییٰ ابنی امطیفینک علی الناس برسلتی۔ ید اذ ذالجعلنک خلیفۃ فی الارض۔

۵۵ صحابہ نے عرض کیا جبکہ آپ عوض کوڑکا ذکر فرما رہے تھے یا رسول کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ (جبکہ اولین و آخرین کا جرم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (عوض کوڑ پر) اس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے (یعنی اعضاء وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا) ۵۶ اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں ٹھیرو۔ ۵۷ اے نوح (کشتی سے) اتر ہماری ہوئی سلامتی اور برکت کے ساتھ۔ ۵۸ اے ابراہیم! اس سے درگزر کر۔ ۵۹ اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں میں منتخب کیا اپنی پیغامبری کے ساتھ۔ ۶۰ اے داؤد! میں نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا۔

یزکر یا انا نبشرك بغلام اسمہ یحییٰ۔ یحییٰ اخذ الکتاب بقوة۔ یحییٰ انی متوفیک ورافعک الی۔ تو حضور کو زکریا نام کے بجائے آپ کے منصبی القاب سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل مجربیت عند اللہ نمایاں ہوتی ہے۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہدا۔ یا ایہا المزمحل قمر اللیل الاقلیل۔ یا ایہا المدثر قوفانذر (انوارن حکیم)

(۵۷) اگر اور انبیاء کو ان کی امتیں اور ملائکہ نام لے لے کر پکارتے تھے۔ کہ یحییٰ اجعل لنا الها کما لہو الہمہ۔ یحییٰ ابن مریم هل یستطیع ربک؟

۱ اے داؤد! میں نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا۔
۲ اے زکریا! ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔
۳ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط تھام۔
۴ اے عیسیٰ! مجھے تجھے پورا پورا لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔
۵ اے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا دے اس چیز کو جو میں نے تیری طرف اتاری۔
۶ اے نبی! میں نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔
۷ اے کلی ولے! قیام کر رات بھر۔ مگر کچھ کم۔
۸ اے چادر ولے! کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا۔
۹ اے موسیٰ! ہمیں بھی ویسے ہی خدا بنا دے جیسے ان (صنادالوں) کے ہیں۔
۱۰ اے عیسیٰ! ابن مریم! کیا تیرا رب اس کی قوت کر لیتا ہے۔

يَلْعَنُ اَنَا وِرْسِل رِبِك تُو اس امت کو او با حضور کا نام لے کر مخاطب
 بنائے سے روکا گیا لا تَجْعَلُوا مَعَا- الرِّجُلَ بَيْنَكُمْ كَدَمًا- بَعْضُكُمْ بَعْضًا
 (۵۸) اگر اور انبیاء کو معراج روحانی یا مناسی یا جسمانی مگر درمیانی آسمانوں تک
 دی گئی۔ جیسے حضرت یحییٰ کو چرخ چہارم تک، حضرت ادریس کو خیم تک تو حضور
 کو روحانی معراج کے ساتھ جہانی معراج کے ذریعہ ساتوں آسمانوں سے گزار کر
 سدرۃ المنتہی اور ستویں تک پہنچا دیا گیا۔ ثُمَّ صَعِدَ بِي فَوْقَ سَبْعِ السَّمَوَاتِ
 وَاسْتَيْتَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى (شافعی من نس)

(۵۹) اگر اور انبیاء نے اپنی دافعت خود کی اور دشمنان حق کو خود ہی جواب دے
 کر اپنی برات بیان کی۔ جیسے نوح علیہ السلام پر قوم نے ضلالت کا الزام لگایا
 تو خود ہی فرمایا۔ یَعْقُوبُ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ- قوم عادی نے حضرت ہود پر کم عقلی کا الزام
 لگایا تو خود ہی فرمایا۔ یَعْقُوبُ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ اِبْرَاهِيمُ عَلِيهِ السَّلَامُ پر قوم نے شکست

عہ لے لے لوط اہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں۔

عہ مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کے
 کہ بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو، بلکہ ادب و تعلیم کے ساتھ منصبی خطابات
 یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو۔

عہ پھر مجھے پڑھایا گیا ساتوں آسمان سے بھی اور ادا میں سدرۃ المنتہی تک پہنچ گیا۔

عہ اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔ میں رب العالین کا رسول ہوں۔

عہ اے قوم! مجھ میں سفاہت (کم عقلی) نہیں ہے۔ میں تو رب العالین کا فرستادہ ہوں

اصنام کا الزام لگا کر ایذا دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ دافعت فرمائی
 مَبِلْ فَعَلَهُ كَيْدُهُمْ هَذَا- حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں صورت خشن
 کو قوم نے قبضانے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت دافعت کی آرزو
 ظاہر فرمائی تو ان لی بکھ قوتہ او اودی الی سکن شدید تو حضور کی
 طرف سے ایسے مواقع پر دافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی اور کفار کے طعنوں
 کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ کی برات بیان فرمائی۔ کفار کو کہنے آپ
 پر ضلالت و گمراہی کا الزام لگایا تو فرمایا مِثْلُ مَا تُثَلِّصُ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى
 کفار نے آپ کو بے عقل اور گھنوں کہا تو فرمایا۔ مَا آتَتْ بِنِعْمَتِهِ رَبِّكَ
 بِهِ جَنُونَ اور و ما صاحبکم به جنون۔ کفار نے آپ کی پاکیزہ باتوں
 کو بوائے نفسانی کی باتیں بتلایا تو فرمایا۔

دَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ کفار نے آپ کی وحی کو

عہ بلکہ یہ بت شکنی تو ان میں کے بڑے کا کام ہے (یعنی میل) مگر بھانڈ
 بڑے بت کا۔

عہ اے کاشش! مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھا کسی مضبوط پناہ میں
 لے نہ تمہارا ساتھی گمراہ نہ کج راہ۔

عہ تم اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے محزون نہیں اور تمہارا ساتھی خبری نہیں ہے۔

عہ اور پیغمبر ہونے نفیس سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ تو وحی ہوتی ہے جو اس
 کی طرف کی جاتی ہے۔

شاعری کہا تو فرمایا معما ہو بقول شاعر اور فرمایا وما علمناه الشعر وما ينبغي له
کھانے آپ کی ہاتھوں کو کھانت کہا فرمایا معما ہو بقول کاهن کھانے
آپ کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا ما نزلنا عليك
القرآن بشق لہ

(۶۰) اگر حضرت آدم کی توحید کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور
کی توحید بصورت درود و سلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی
شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے
عبادت بنا دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهُ يَصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (انقرآن حکیم) اور اسلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۶۱) اگر حضرت آدم کا شیطان کا فر تھا اور کافر ہی رہا تو حضور کا شیطان
آپ کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہو گیا۔ کما فی الروایۃ المذنیۃ۔
مع اور وہ قول شاعر کا نہیں اور ہم نے انہیں (حضور کو) شاعری کی تعلیم
نہیں دی اور نہ یہ ان کی شان کے مناسب تھا۔

لہ اور وہ قول کاہن کا نہیں ہے۔

مع ہم نے قرآن تم پر اس لیے نہیں اتارا کہ تم تعجب اور محنت میں پڑ جاؤ۔
نک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ لے ایمان والو! تم

بھی درود و سلام اس نبی پاک پر بھیجو
لے جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

(۶۲) اگر حضرت آدم کی زوجہ پاک (حواء) ان کی خطا میں معین ہوئیں تو حضور
کی ازواج مطہرات آپ کے کار نبوت میں معین ہوئیں۔ فضلت علی
آدم بنصہ لتین کان شیطان فی کافر افاغانی اللہ علیہ حتی اسلم
وکن انہ وای عونا لی۔ وکان شیطان آدم کافر۔ و زوجہ
عونا علی خطیئہ (بیہقی عن ابن عمر)۔

(۶۳) اگر حضرت آدم کو حجر جنت (حجر اسود) دیا گیا جو بیت المقدس میں لگا دیا
گیا حضور کو روضہ جنت عطا ہوا جو آپ کی قبر مبارک اور ممبر شریف کے درمیان
رکھا گیا۔ ما بین قبری و منبری روضہ ریحان الجنة (بخاری و مسلم)۔
(۶۴) اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں سے پانچ بت نکالنے

۶۲ مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے میرے شیطان کافر
تھا جس کے مقابلہ میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا
اور میری بیویاں میرے (دین کے) لیے مددگار بنیں (حضرت خدیجہؓ نے احوال نبوت
میں حضور کو بہار دیا۔ ورقہ ابن نوافل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی تسلی
تسلی کی حضرت عائشہؓ نصف نبوت کی حامل ہوئیں اور دوسری ازواج مطہرات
قرآن کی حافظ اور حدیث کی ہادی ہوئیں) درحالیکہ آدم کا شیطان کافر ہی تھا۔
اور کافر ہی رہا اور ان کی زوجہ ان کی خطیئہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرہ ممنوعہ
کھانے کی ترغیب دی جس کو خطا۔ آدم کہا گیا ہے۔

۶۳ میری قبر اور ممبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

چاہے گرنے لگے تو حضور نے بیت اللہ میں سے تین سو ساٹھ بت نکالے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل گئے اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی نکال پھینکے گئے۔ وقالوا لا تذرن الہتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسر (انقرآن حکیم) ان الشیطان قد یثس ان یعبده المصلون فی جزیرۃ العرب (مشکوٰۃ) یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والاذناب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه۔ (انقرآن حکیم)۔

(۶۵) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضور کو مقام محمود عطا ہوا جس سے رب البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی اور عشتیٰ ان بیٹک سربک مقام محمود (انقرآن حکیم) اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ۔

۶۴ اور قوم نوحؑ کہا کہ دیکھو اپنے خداؤں (یعنی پانچ بتوں) وہ سولہ یغوث یوق اور نسر کو نوح کے کہنے سے ہرگز مت چھوڑنا (چنانچہ ہمیں چھوڑنا تاکہ طوفان میں غرق ہو گئے) اور حضور نے تین سو ساٹھ بتوں کی نپاکی کو ہمیشہ کے لیے نکال پھینکا۔ (جیسا کہ سیر میں مرقوم ہے)

۶۵ قریب ہے کہ اللہ آپ کو (اسے نبی کریم) مقام محمود پر بھیجے گا جس پر پہنچ کر حضور حق تعالیٰ کی عظیم ترین حمد و ثناء کریں گے اور اس کی رفعت و بلندی بیان فرمائیں گے۔ (باقی اگلے صفحہ)

(۶۶) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض و سما دکھلائی گئیں۔ وکذلک نوحی ابراہیم ملکوت السموات والارض تو حضور کو ان آیات کے ساتھ حقائق الہیہ دکھلائی گئیں۔ لنزیر من ایتنا (انقرآن حکیم) اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کو نبیہ زمین پر دکھلائی گئیں تو حضور کو آیات (آیات کبریٰ) کا مشہدہ آسمانوں میں کرایا گیا۔ لقد رای من ایت ربہ الکبریٰ (انقرآن حکیم)۔

(۶۸) اگر حضرت ابراہیم پر نار نمودار نہ کر سکی تو حضور کے کئی صحابہ کو آگ زجلا سکی جس پر آپؐ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی جعل فی امتنا مثل ابراہیم الخلیل (ابن رجب عن ابن ہشیر خاص کبری ص ۶۹)۔

۶۷ اور مقام ابراہیم کے بارہ میں قسطن نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم (بیت اللہ میں مقام ابراہیم ہے جو جنت سے لایا ہوا ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے اور جوں جوں تعمیر اونچی ہوتی جاتی وہ پتھر اتنا ہی اونچا ہو جاتا اور جب حضرت کا اترنے کا وقت ہوتا تو پھر اصلی حالت پر آ جاتا۔ ۶۸ اور ایسے ہی دکھلائیں گے ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کی حقیقتیں اور تاکہ ہم دکھلائیں ہم صلی اللہ علیہ وسلم کو (شب معراج میں) اپنی خاص نشانیاں قدرت کی۔ ۶۹ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ ۷۰ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں ہمارے بنی اسرائیل کو مشرکین مکر نے آگ میں پھینک دیا حضورؐ ان کے پاس سے گزرتے تو ان کے (باقی اگلے صفحہ)

(۶۶) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محشر میں سب سے اول لباس پہنا کر ان کی کرامت کا اعلان کیا جائے گا۔ تو حضور کو حق تعالیٰ کی دائیں جانب ایسے جند مقام پر کھڑا کیا جائے گا کہ اولین و آخرین آپ پر غلبہ کریں گے جب کہ وہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔ اول من یکس ابراہیم بقول اللہ تعالیٰ اکسرا خلیل قیوٹی برہمتین بیضاوین من رباط العنہ ثعرا کسی علی اثرہ شعاقوہ عن یمین اللہ مقاما یغبطنی الاولون والاخرون۔ رواہ امارہ عن ابن مسعود۔

جبرائیل علیہ السلام سے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ ایتنا کوئی بوڑھا و سلامتا علی عمار کما کنت علی ابراہیم (عن عمر بن عبید بن جریج) اے آگ عمار پر برد و سلام ہو جیسے تو ابراہیم پر ہو گئی۔ ذریب ابن کلیب کو اسود غسی نے آگ میں ڈال دیا۔ اور آگ اتر کر اس کی تو آپ نے وہ سابقہ جلا ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا نزدیک تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلا سکی ابن عساکر عن جعفر ابی ذبیہ وغیرہ۔

۶۷ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روز محشر لباس پہنا یا مچکا فرمائیں گے حق تعالیٰ جبرائیل کو لباس پہناؤ تو وہ سفید برق چادریں جنب لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی۔ پھر ان کے بعد جیسے ہی لباس پہنایا جائیگا پھر میں کھڑا ہو گا۔ ان کی جانب میں ایک ایسے مقام پر کہ اولین و آخرین پھر غلبہ کریں گے یعنی میری کرامت سب فائق ہو جائیگی جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں

(۷۱) اگر حضرت اسماعیل کے لیے چرب سیریل سے زہم کا سوت ہمارا ہو جس سے وہ سیراب ہوتے تو حضور کی زبان مبارک سے پانی کے سوت بھرنے جس سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سیراب ہوتے۔ بینما الحسن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ عطش فاشتد ظمأہ فطلب له النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماء فلم یجدہ فاعطاه لسانہ فمضہ حتی روی (ابن عساکر عن ابی جعفر)

(۷۱) اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شہر حسن یعنی حسن جزئی عطا ہوا۔ تو حضور کو حسن کل یعنی حسن جامع عطا کر دیا گیا جس کی حقیقت جمال ہے جو ہر شے میں حسن اور صفت خداوندی ہے۔ فلما اکبرہ وقطعن اید یمن جس کی شرح حضرت عائشہ نے فرمائی کہ زنان مصر نے یوسف کو دیکھا تو ماتم تسلیم کر لیے۔ اگر میرے محبوب کو دیکھ پاتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں جو حضور کے حسن و جمال کی افضلیت اور کلیت کی طرف اشارہ ہے (مسکوٰۃ)

(۷۲) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے کوہ طور اور وادی مقدس

شہ اسی اثنائیں کہ حضرت امام حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک انہیں پیس لگی اور شدید ہو گئی تو حضور نے ان کے لیے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا تو آپ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے۔ اور چوستے رہے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

۷۳ جب زمان مصر نے یوسف کو دیکھا تو اپنے ماتم تسلیم کر ڈالے۔

میں کلام کیا۔ تو حضورؐ سے ساتویں آسمان پر سدرة المنتہی کے نزدیک کلام فرمایا۔ **خاوشی**
الح صدہ ما اوحی (القرآن الکریم)
 (۴۳) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو حضورؐ کی
 انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔ **فرایت النساء**
ینبغ من بین اصابعہ فجعل القوم یبوضون فخرزت من تفضا
ما بین السبعین الح الثمانین (بخاری و مسلم من انس)
 (۴۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کانوں کو لذت کلام دی گئی اور اگر حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کو مقام خلت سے نوازا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو دیدار
 جلال سے متحرک کیا ان اللہ امطفی ابراہیم بالخلاہ وامطفی موسیٰ
 بالکلاہ وامطفی محمد بالرویتہ (بیہقی عن ابن عباس) ماکذب
 الفواد ما راہی (القرآن الکریم)۔

۱۰۰ (سدرة المنتہی کے پاس خد نے اپنے بندے پر وحی کی جول سے کرنا تھی۔
 ۱۰۱ میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر کھل
 رہا ہے یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کر لی تو میں نے جو وضو کرنے والوں
 کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔
 ۱۰۲ اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لیے اور منتخب کیا موسیٰ علیہ
 السلام کو کلام کے لیے اور منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے لیے۔ قرآن نے فرمایا
 کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا۔

(۴۳) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں لن شوائی
 تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب کہے دیا گیا تو حضورؐ کو بلا سوال آسمانوں
 پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔ ماکذب الفواد ما راہی قال ابن عباس
 راہ مرقہ ببصرہ و مرقہ بفواہ (فتح البہم فی تفسیر سورۃ النجم)
 موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفا تو صین ذات می نگری در تبسی
 (۴۵) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو بحر کرم میں راستے بنا کر معیت
 موسیٰ گزار دیا گیا تو حضورؐ کے صحابہ کو بعد وفات نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے
 پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گزارا گیا۔ لما عبر المسلمون یوم
 مدائن اقمع الناس دجلۃ اریخ (خصائص کبریٰ ص ۲۸۳) کامل ابن اثیر عن العلاء بن الحضرمی

۱۰۳ دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے اور ایک بار دل سے دیکھا۔
 ۱۰۴ فتح مدائن کے موقع پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں
 لوگوں نے هجوم کیا تو صحابہ کی کراہتوں کا ظہور ہوا۔ اس میں رولیت کی بعد ضرورت تفصیل
 یہ ہے کہ جب بغداد و عراق پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اس ملک
 کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو نیزہ میں داخل ہوا۔ حضرات صحابہ کے پاس نہ کشیاں تھیں
 اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جاسکتا تھا۔ اس موقع پر بظاہر اسباب ان حضرات
 کو فکر دامن گیر ہوا تو حضرت علاء بن الحضرمی نے دعا کا مشورہ دیا۔ خود دعا کے لیے ہاتھ
 اٹھائے اور سارے صحابہ نے مل کر دعا کی۔ ختم دعا پر سک دیا کہ سب مل کر ایک دم گھوڑے
 (باقی اگلے صفحہ پر)

(۷۶) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدس (فلسطین) گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغانج ارض (زمین کی کجیاں) عنایت کی گئیں۔ اور تسمیت مغانج خزائن الارض۔

(بقیہ منکسر) دریا میں ڈال دی تو ان حضرات نے جوش ایسانی میں خدا پر عبور کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیے۔ گھوڑے ٹانپ ٹانپ گئے۔ پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے دم لینے کے لیے مختلف سامان فرمائے بعض صحابہ کے گھوڑوں کے لیے جابجا پانی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔ بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رگ کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔ بعض کے گھوڑے دلہ کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گزارا گیا جیسے وہ زمین پر چل رہے ہیں جس پر اہل فارس نے ان مقدسین کی فحبت یہ کہا تھا کہ یہ انسان نہیں نبات معلوم ہوتے ہیں۔ خلاصہ کہ صحابہ موسیٰ بنی اسرائیل کو بحر طظم میں معیت موسیٰ راستے بنا کر طرم سے گزارا گیا تھا تو اس امت میں اس کی نظیر واقعہ ہے جس میں صحابہ نبی کے لیے جلد میں راستے بناتے گئے اور ایک انداز کے ہیں۔ — بلکہ مختلف اندازوں سے۔ اور صحابہ بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسیٰ کی نظیر کے طور پر دیکھتے تھے۔ پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ معجزہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر بنی خاتم کے صحابہ کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوتی اور امت محمدیہ کی فضیلت اہت محمدیہ پر اس واقعہ خاص میں بھی نمایاں رہی۔

بچے زمین کے خزانوں کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں۔

(۷۷) اگر عسا۔ موسیٰ کے معجزے کے مقابلہ میں ساتواں فرعون نے بھی اپنی اپنی اشیاء کو سانپ بنا کر دکھلایا یا صورت معجزے کی نظیر لے لے کر حقیقتاً وہ شخص اور شبندی خیال تھی۔ خالقوا جبالہم وعصیہم یخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی۔ تو معجزہ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنج کے باوجود آج تک جن دس ساحر و غیر ساحر، کاہن و غیر کاہن، اور شاعر و غیر شاعر مل کر بھی اس کی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لاسکے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔ (انقرآن حکیم)۔

(۷۸) اگر حضرت یوشع ابن نون (حضر موسیٰ) کے لیے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب نبوی کے لیے غروب شدہ آفتاب کو ٹوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراسہ فی حجر علی ولو یکن

عہ ساتواں فرعون نے اپنی رسیاں اور لاثیمیاں ڈالیں اور دیکھنے والوں کے خیال میں یوں گزرنے لگا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں۔

بے کہتہ بچے اسے پیغمبر کہ اگر جن دس اس پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کا مثل لے آئیں گے تو وہ نہیں لاسکیں گے اگرچہ سب مل کر ایک دوسرے کی مدد پر بھی کھڑے ہو جائیں۔

۷۹ بنی کریم صلعم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غمناک گروہ میں (باقی صفحہ ۵۰ پر)

صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قاموا انشی صلی اللہ علیہ وسلم دعاءه فردت علیہ الشمس حتی صلی ثم خابت ثانیہ ابن مردودہ عن ابی ہریرہ قالین منہ وابن شہین والطرائفی عن اسماء بنت عمیس (۷۹) اگر حضرت پر شیخ ابن لوق کے لیے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو ٹکڑے کر دیتے گئے تو حضرت کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے بڑا لے گئے۔ اقتربت الساعة وانتقی القمرا (اسقرآن الکریم)۔

(۸۰) اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ہوائے نفس کی پیروی سے روکا کہ لا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ تو حضرت سے اس سے ہوائے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بیت ظاہر کی۔ وما یخلق عن الھوی ان هو الاھی یوحی (اسقرآن الکریم)

(بقیہ ۷۹) تا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قید کے خیال سے نماز کے لیے نہ اٹھ سکے (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی) تو حضرت علی کے لیے دعا فرمائی۔ جس سے آفتاب نما ریا گیا (دن نمایاں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور سجدہ دوبارہ خسرو ہوا۔

۷۹ قیامت قریب آگئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

۸۰ (داؤد) ہوائے نفس کی پیروی مت کرنا کہ وہ ہمیں راہ حق سے ہٹکا دے گی۔

۸۱ (حسین علیہ السلام) ہوائے نفس سے نہیں رہتے۔ وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

(۸۱) اگر گشتی سیلانی میں جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوئی تو جنات پر قبضہ نہ رہا تو گشتی گم رہی میں تنہا قلوب وارواح کی تاثیر تھی کہ جس دن وہ جد عثمانی میں گم ہوئی۔ اسی دن سے قلوب وارواح کی رحمت میں فرق آگیا اور فتنہ اختلاف شروع ہو گیا۔ بیشتر اریس؟ وما یثرا ریس؟ سوف تعلمون۔

۸۱ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (انتقال کے بعد جب کہ ان کا جنازہ رکھا جاتا تھا تو اچانک ان کے ہاتھوں میں حرکت ہوتی یہ کلمات نکلے۔ اریس کا کنواں کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ ہمیں مغرب معلوم ہو جاتے گا صحابہ حیران تھے۔ کہ ان جہلوں کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دو گشتانی میں ایک دن حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوتے تھے۔ انھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طشتری تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا رہے تھے کہ اچانک گشتی طشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ قلوب عثمانی اور تمام صحابہ کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی کنویں میں آدمی اتھے۔ سارے کنویں کو کنگھال ڈالا۔ مگر گشتی نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ رہے۔ اسی دن سے فتنوں کا آغاز ہو گیا اور بندھے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں جو بعد کے فتنہ تحزب و اختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ اذا مضی السیف فی امتی لم یضع عنہا الا یوم القیمہ (میری امت میں جب تلوار نکل آئے گی پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جلتے گی) چنانچہ اس باقی آگے صفر پر

(۸۲) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضور کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا جس سے آپ ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔ اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن سید بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی) (مصنف عبد الرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن اسماء) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی و ابیہم عن ابن مسعود) بیاہ گدھے سے آپ کا کلام فرمایا اور کا مقصد (ابن سعد عن ابن مسعود)

بقیہ ص ۵۱ سے، فقہ کے سلسلہ میں سب سے پہلا مظلہ اور ہرناک غلام حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیراریس کا کیا مطلب تھا یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتی محمدی کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بیراریس میں گم ہونا تھا کہ قبیلہ کی وحدت اور امت کی یکجہ گت پارہ پارہ ہو گئی جو آج تک واپس نہیں ہوتی۔ پس جنات کا مسخر ہو جانا آسان ہے۔ جو آج تک بھی ہونا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی۔

۵۱ ان روایات کے تفصیل واقعات یہ ہیں۔ ایک اونٹ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا اور کچھ بلبلا رہا تو آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے ستاتا ہے۔ اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔ خدا سے ڈر۔ اس نے اقرار کیا اور توبہ کی۔ ایک بکری کو قصاب ذبح کرنا چاہتا تھا جو جائز ذبح تھا۔ وہ اس سے چھوٹ کر رہا تو آپ نے اسے

(۸۳) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام بعض حیوانات کی بولیاں سمجھ جاتے تھے تو حضور کی برکت سے جانور انسانی زبان میں کلام کرتے تھے جسے ہر انسان سمجھتا تھا۔ بھیرے نے آپ کی رسالت کی شہادت عربی زبان میں دی (بیہقی عن ابن عمر)۔ گوہ نے فصیح عربی میں نبوت کی شہادت دی۔ (طبرانی و بیہقی عن علی)

(۵۲ سے آگے) حضور کی خدمت میں بھاگ آئی اور پیچھے پیچھے ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے بکری! صبر کر حکم خداوندی پر۔ اور اسے قصاب اسے نرمی سے ذبح کر۔

آپ جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہ کی آواز آپ نے سنی۔ آپ نے دیکھا کوئی نظر نہ آیا ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی جس نے کہا۔ یا رسول اللہ ذرا میرے قریب آئیے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میرے دونچے اس پہاڑی میں ہیں۔ ذرا مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا دوں۔ اور میں ابھی لوٹ آؤں گی فرمایا تو ایسا کر کے گئی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپ نے کھول دیا اور وہ حسب وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپ نے اسے وہیں باندھ دیا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک درخت پر چڑیا کے دونچے گھونسلے میں دیکھے۔ ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ تو ان کی ماں حضور کے پاس آئی اور ملنے آکر فریاد کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے۔ فرمایا جہاں سے بچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ۔ تو ہم نے چھوڑ دیئے۔ بھیرے نے حضور کی نبوت کی شہادت دی اور لوگوں کو اس علم لائیکل دعوت (باقی اگلے صفحہ پر)

(۸۴) اگر حضرت سلیمان پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ اپنی بات حیرانت کو سمجھا دیتے تھے۔ بھڑیہ کو آپؐ نے بات سجدی اور وہ راضی ہو کر چلا گیا۔ (طبرانی من عمر)

(۸۵) اگر حضرت سلیمان پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ کو پوری زمین کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں جس سے مشرق و مغرب پر آپؐ کا اقتدار نمایاں ہوا اعطیت مفاہیح الارض (مسند احمد بن حنبل)

(۸۶) اگر حضرت سلیمانؑ نے ملک یہ کہہ کر مانگا کہ وہ میری ساتھ مخصوص ہے میرے بعد کسی کو نہ ملے چنانچہ ان کی امت اور رعیت میں سے کسی کو نہیں ملا۔ رب ہب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی تو حضورؐ کو مشرق و مغرب کا ملک بے مانگے بلکہ انکار کے باوجود دیا گیا جسے آپؐ نے اپنی امت کا ملک فرمایا جو آپؐ کے بعد امت کے ہاتھوں ترقی کرتا رہا۔ اور دنیا کے آخری دور میں امت ہی کے ہاتھوں پوری دنیا پر چلتے گا ان اللہ ردی فی الارض

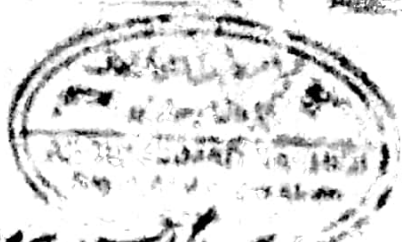
بقیہ صفحہ ۵۵
بھی دی۔ لوگ حیران تھے کہ بھڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اپنے رزق کے بارہ میں کہا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یا تو ان بھڑیوں کے لیے اپنی کبریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کرو۔ یا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ صحابہؓ نے بات حضورؐ پر چھوڑ دی۔ آپؐ نے تیس اوند بھڑیہ کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔
۵۶ اُنہی نے زمین کا مشرق و مغرب مجھے دکھلایا اور میری امت کا ملک میں تک (بقیہ صفحہ ۵۵ پر)

شار قہا و مغاربھا وسیباع ملک امتی ما زوی لی منها (۵۵)
(۸۷) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر ہوئی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اور کہ پہنچ چاہیں تو حضورؐ کے لیے ہوا مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور جنتوں سے مستوی تک پہنچ جہاں چاہیں۔

(۸۸) اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے جو ان کے ملک بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضورؐ کے وزراء زمین کے تھے ابو بکرؓ و عمرؓ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبریل و میکائیل جو آپؐ کے ملک کے زمین و آسمان دونوں تک پھیلے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔ وثی و ذبیحی فی الارض وزیرای فی السماء اما وزیرای فی الارض فابوبکر و عمر واما وزیرای فی السماء فجبریل و میکائیل (الریاض النضرۃ)

(۸۹) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اجیاء موتی کا معجزہ دیا گیا جس سے مرے زندہ ہو جاتے تھے تو آپؐ کو اجیاء موتی کے ساتھ اجیاء قلوب و ارواح کا معجزہ

(صفحہ ۵۷ سے آگے) پہنچ کر رہے گا جہاں تک میری نگاہیں پہنچی ہیں۔
۵۷ جیسا کہ معراج کی مشہور حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں جن میں براق کی بیت اور قدو قامت تک کی بھی تفصیلات فرمادی گئی ہیں۔
۵۸ میرے دو وزیر زمین میں ہیں اور دو آسمان میں زمین کے وزیر ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں اور آسمان کے وزیر جبریل و میکائیل ہیں۔



بھی دیا گیا جس سے مردہ دل جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم و عارف بن گئیں۔ وَلَنْ يَفْضَحَهُ اللَّهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ الْمَلَأَةُ الْعَجَبَاءُ بَانَ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهِ أَعْيُنًا عَمِيَاءَ وَإِذَا نَاصَحًا وَقُلُوبًا خَلْقًا (بخاری عن عمرو بن العاص)۔

(۹۰) اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابل حیات پکڑوں مثلاً پرندوں کی بہتیت مانسانوں کی مردہ ننشش میں جان ڈالی گئی تو حضور کے ہاتھ پر ناقابل حیات کجور کے سوکے تنہ میں حیات آفسرینی کی گئی۔ فصاحت النخل صياح الصبي (بخاری عن جابر) نیز آپ کے اجماز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائص کبریٰ) (۹۱) اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات

۹۱ عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ حضور کی شان تو رات میں یہ سن رہی تھی کہ آپ کے تعلق آپ کو اس وقت تک دینا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ سے میری قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر دے کہ وہ توحید پر نہ آجائیں اور کھولے گا آپ کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور ہر سرکان اور افسوس دل۔

۹۲ جابر سے روایت ہے کہ کجور کا ایک سوکھا تا جس پر میک لگا کر حضور خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب ممبر بن گیا اور آپ اس پر خطبہ دینے کے لیے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے چلانے لگا اور بکھنے لگا جیسے بچے بکتے ہیں تو آپ نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص ص ۵۷)۔

آتی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے تو آپ کے ہاتھ پر جی اٹھنے والے کجور کے سوکے تنہ میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آتی کہ وہ مازانہ گریہ و بکا اور عشق الہی میں فنایت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنا دیا گیا (مسند فی الحدیث السابق)۔

اسطن حنانہ از جبر رسول ۲ نالہ نامی زد چوار باب عقول (۹۲) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاء کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا گیا۔ یا جوج ماجوج کے خروج اور ان کے پوری زمین پر قابض ہو جانے کے وقت مسلمان ایک محدود طبقہ زمین میں پناہ گزیں ہوں تو ان کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ قَالُوا افما طعام المؤمنین يومئذ؟ قال التسبیح والتکبیر والتهلیل (مسند احمد عن عائشہ)

۹۱ جیسا کہ حدیث بالا میں گزرا۔

۹۲ لوگوں نے عرض کیا کہ آج کے دن یعنی یا جوج ماجوج کے قبضہ عمومی کے زمانہ میں مسلمانوں کے کھانے پینے کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا تسبیح و تکبیر اور تہلیل یعنی ذکر اللہ ہی غذا ہو جائے گا جس سے زندگی برقرار رہے گی اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لیے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمانی والوں (ملائکہ) کو کفایت کرتی ہے۔ یعنی تسبیح و تقدیس۔

وفی روایت اسماء بنت عیسٰی خود فیہ یجزمہم ما یجزی اهل السماء
من التسبیح والتقدیس (نصائے کبریٰ ص ۲۱۵)

(۹۳) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لیے روح القدس (جبریل) مقرر تھے تو حضور کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے تھے۔ واللہ یعصمکم
من الناس (القرآن حکیم)

ہر کیوں جبریل دربان محمد خدا خود ہے نگہبان محمد
(حضرت شیخ الحداد)

(۹۴) اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسوم و جزیات اور بندگی عبوری رسوم کے اتباع میں مقلد جامد بنائی گئیں کہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے نہ گامی احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا کہ قیامت تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمدی مضر، فقیہہ اور مجتہد امت بنائی گئی تاکہ اصول و کلیات سے حسب حوادث و واقعات احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اسی شریعت سے قائم کرے جس سے اس کے قادی اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچی۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم

۹۳ اور اندر پھاؤں سے کہتا ہوں (لے محمد) لوگوں کے شر سے

۹۴ اللہ اللہ ہم نے آپ کی طرف اسے پیغمبر ذکر (قرآن) اتارا تاکہ آپ کھول کھول کر لوگوں کے لیے وہ چیزیں بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئیں اور تاکہ لوگ (پاک ہو جائیں) پر

یتفکرون (القرآن حکیم) فلو لا نفر من کل فرقتہ منهم طائف —
لیتفقہوا فی الدین۔

(۹۵) اسی لیے اگر انبیاء سابقین مفروض الطافہ تھے تو اللہ و رسول کے بعد اس امت کے راہنہین فی العلم علماء ہی مفروض الطافہ بنائے گئے یا یہاں الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (القرآن حکیم)۔

(۹۶) اگر علماء بنی اسرائیل کو اجبار و رہبان کا لقب دیا بغیرائے اعتقاد اجبار و رہبانہم اربابا من دون اللہ تو اس امت کے راہنہین فی العلم کا بنیابن بنی اسرائیل کا لقب دیا گیا علماء امتی کا بنیابن بنی اسرائیل اور انہیں انبیاء کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عمومی کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عمومی کا منصب دیا گیا۔ اسی لیے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار کو انوار انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ و نورہم یوم القیمۃ مثل نور الانبیاء

(بیئہ صفحہ ۵۸) بھی ان میں امراد امور میں تفکر اور تدبر کریں اور فرمایا کیوں ایسا نہیں ہوتا یعنی ضرور ہونا چاہیے کہ ہر جماعت اور طبقہ میں کچھ لوگ نکلیں اور دین میں تفقہ اور ہدایت کے عہد میری امت کے علماء مثل بنی اسرائیل کے ہیں (نورائنت اور انکار کی فحشیت میں) یہ حدیث کو ضعیف ہے مگر فضائل احوال میں قبول کی گئی ہے چنانچہ اہم راز میں نے اس سے دو جگہ استہاد کیا ہے۔

۹۶ یہ امت امت مرحومہ ہے میں نے اسے فاضل دیں جیسے انبیاء کو دیں ان کے

(یہی عن وجہ ابن فہر) نیز امت کے کتنے ہی اعمال کو اعمال انبیاء سے تشبیہ دی گئی کہ وہ اعمال یا انبیاء کو دیتے گئے یا اس امت کو عطا ہوئے دوسری امتوں کو نہیں ملے۔ یعنی خصوصیت انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوئی

(منہ سے آگے) فرائض وہ رکھے جو انبیاء و رسل کے رکھے حتیٰ کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نورانیت انبیاء کی نورانیت جیسی ہوگی (جیسے اعضاء وضو چکے ہوتے ہوئے) کیونکہ میں نے ان پر پاکیزگی ہر نماز کے لیے وہی فرض کی ہے جو انبیاء پر فرض ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ (ہذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبل جس سے تین بار اعضاء وضو کا دھونا امت کے لیے سنت قرار دیا جو اصل میں انبیاء کا وضو ہے جس سے ادا زہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اس طرح چکے ہوں گے مگر یہ وضو اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امت مروجہ کے تو اسی کا نور شاہر ہو گیا انبیاء کے نور کے) اور میں نے امت کو امر کیے بغیر جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔ حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا بعض علماء نے انکار کیا ہے۔ لیکن اس انکار کا مطلب زیادہ سے زیادہ ان الفاظ کا انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن حدیث کے معنی یعنی علماء امت بعد امت کی تشبیہ انبیاء سے جہاد مضمون ثابت شدہ ہے۔ اس لیے حدیث اگر قطعاً ثابت نہ ہو تو بھی معنایاً ثابت ہے۔ اسی لیے علماء نے جگہ جگہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے (تیسرے صفحہ پر)

وامتہ امتہ مرحومہ اعطیتہم من النوافل مثل اعطیت الانبیاء و افترضت علیہم الفرائض التي افترضت علی الانبیاء۔ والرسول حتی یاتونی یوم القیمة و نورہم مثل نور الانبیاء و ذلک انی افترضت علیہم ان یطہروا فی کل صلوۃ کما افترضت علی الانبیاء و امرتہم بالفصل من الجنابة کما امرت الانبیاء و امرتہم بالعج کما امرت الانبیاء و امرتہم بالجهاد کما امرت الرسل (یہی عن وجہ ابن فہر)

(۹۶) اگر ائمہ سابقہ (جیسے پیور) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔ یقول انکم ظلمتم انفسکم بالتخاذل فقتلوا انفسکم (القرآن حکیم) تو اس امت کی توبہ قلبی نہ امت رکھی گئی۔ التادم توبہ۔

(منہ سے آگے) جیسے امام رازی نے آیت کریمہ یا ایہا الناس قد جاء تکوین ظننا من ربکم کے تحت میں مراتب بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پھر ایسے ہی آیت کریمہ قالت لہم رسولہم ان نحن الا بشر مثلنا کے نیچے مراتب و کمال و نقصان بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے لہٰذا قوم بنی اسرائیل! تم نے گنہگار کو اپنا معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کر۔

۱۰۰۰ امت ہی توبہ ہے جب بندہ دل میں پشیمان ہو گیا اور آئندہ اس بدی سے باز رہنے کا عزم باذہن لیا تو توبہ ہو گئی نہ قتل نفس کی ضرورت رہی نہ ترک مال کی۔

(۹۸) اگر امت موسیٰ و عیسیٰ کا صوف ایک قبلہ (بیت المقدس) تھا اور اگر اہل عرب کا صوف ایک قصبہ (کعبہ منکرہ) تھا تو امت محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطا کئے گئے جس سے یہ امت جامع اہم ثابت ہوئی۔ قد منزلاً ثقلب و جہک فی السماء۔ فلنولینک قبلة ترضیہا۔ (استران اکیم)۔

(۹۹) اگر اور امتوں کی سینات کا کفارہ دنیا یا آخرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سینہ در و دیوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ استغفار اور ستاری و مسافحتہ کے ساتھ نازوں سے ہر جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ کانت بنو اسرائیل اذا اصاب احدهم الخطیئة وجدھا مکتوبا علی بابہ و کفار تھا فان کفرھا کانت له خزنی فی الدنیا و ان یکفرھا کانت له خزنی فی الاخرة و قد اعطاکم اللہ خیرا من ذلك قال تعالیٰ و من یظلم مواز او یظلم نفسه ثم یتغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحيما و الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارات لهما بینہن (ابن جریر عن ابی اسالیہ)۔

سہ بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ کر انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو ذیبا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی لیکن تمہیں اسے امت محمدیہ اس سے بہتر صحت دی گئی امت نے فرمایا کہ جو کوئی بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غور و حسیم پاتے گا (عام رسوائی اور خضیعتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور دو صحرے جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے۔

(۱۰۰) اگر امت موسیٰ نے دھرت جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اسے موسیٰ تو اور تیرا پروردگار ڈرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں تو امت محمدی نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کئے ہوئے نہ صرف اہل جہاد بلکہ مشرق و مغرب میں دین محمدی کے علم کو سر بلند کیا اور اعظم درجہ خدا اللہ کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

(۱۰۱) اگر اور انبیاء کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاء کو پیش کریں گی تو انبیاء اپنی شہادت میں اس امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاء کو پیش کرے گی۔ یجاء بنوح یوم القیلة فیقال لہا هل بلغت؟ فیقول نعم یا رب فتسال امتہ هل بلغکم؟ فیقولون ما جاءنا من نذیر فیقول من شہدک؟ فیقول محمد و امتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجاء بکم لے قیامت کے دن نوح لائے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی؟ کہیں گے کہ ہاں۔ تو ان کی امت سے پوچھا جائیگا کہ کیا نوح نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا نہیں۔ نوح سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟

عرض کریں گے محمد اور ان کی امت۔ تو حضور نے فرمایا کہ اس وقت تم نے امت والوں بلاتے جاؤ گے اور تم کو ابھی دو گے کہ نوح نے تبلیغ کی۔ پھر حضور نے یائتہ بھی اور ہم نے تمہیں اسے امت محمدیہ! درمیانی اور مقلد امت بنایا ہے تاکہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو اور رسول کریم تم پر گواہ ہوں۔

فتشہدون امنہ قد بلغ شعرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا لک جعلتکم امتا وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شہیدا۔ (بخاری من ابی سعید)

(۱۰۲) اگر امتا بنیادی کی امتیں نہ اول ہوں نہ آخر بلکہ بیچ میں محدود ہوگی تو امت اول بھی ہوگی اور آخر بھی جعل امتی ہم الاخرون و ہم الاولون (ابن تیمیہ من انس) آخر میں دنیا میں اور اول قیامت میں حساب کتاب میں بھی اول اور دخلہ جنت میں بھی اول۔ نحن الاخرون من اهل الدینا والاولون یوم القیلة المقضی لہم قبل الخلاق (ابن ماجہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

(۱۰۳) اگر موسوی امت کو اپنے دور کے جہانوں پر فضیلت دی گئی وانی فضلتکو علی العلمین تو امت محمدی کو علی الاطلاق اولین و آخرین پر فضیلت

ملے میری ہی امت آخر بھی رکھی ہے اور اول بھی۔ دوسری حدیث ہے ہم آخر ہیں دنیا میں اور اول ہیں آخرت میں کہ سب خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا۔

رسے کر افضل الامم فرمایا گیا۔ کنتم خیر امتہ اخذت للناس (بخاری من ابی سعید)

وحدیث جعلت امتی خیر الامم (مسند ابی ہریرہ) و حدیث و فی الزہد یاد اؤدانی فضلت محمد و امتہ علی الامم کلہم (خاص کر ابی سعید)

بارب تو کریمی و رسول تو کریم (مذکور کہ متیم میں ان دو کریم)

(۱۰۴) اگر صحابہ موسوی باوجود معیت موسیٰ کے بیت قدس یعنی خود اپنے بیکار اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی پھڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا انقلب انت و سربک فقاتلانا ہمننا قاعدون تو صحابہ محمدی نے

لے تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے کھڑی کی گئی ہے اور حدیث ہے میری امت بہترین امم بنائی گئی ہے اور حدیث ہے زبور میں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے داؤد! میں نے محمد کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔

لے موسیٰ! تو اور تیرا پروردگار تو کو ہم تو یہیں بیٹھے ہوتے ہیں (ہم سے یہ قال و جہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی) اس امت کے بارہ میں ہے کہ ہم نے نہیں آئی۔ نبی! فتح مبین دی۔ (مکہ فتح ہو گیا) اور آیت میں ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ امت محمدیہ کو زمین کی خلافت و سلطنت ضرور بخشے گا چنانچہ حضور کے زمانہ میں پہلے مکہ فتح ہوا۔ پھر خیبر اور کسریں فتح ہوا۔ پھر ویرا جزیرہ عرب کا اکثر حصہ فتح ہوا۔ پھر من کا پورا ملک فتح ہوا۔ پھر جو جس کے جو جس سے غریہ کیا گیا۔ اطراف شام و روم و مصر و ہندوستان پر اثرات قائم ہوئے کہ بلا شاہ روم قیصر (بقیہ صفحہ)

اپنے پیغمبر کی اطاعت کہتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا
 انا فتحنا لك مقامينا كما ظهروا اور ليستخلفنهم في الارض
 کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا (القرآن حکیم)

(۱۰۵) اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی۔ تو حضورؐ کی تنہا
 امت اسی صف میں پائے گی۔ اهل الجنة عشرون ومائة صف
 ثمانون منها من هذه الامة واربعون من سائر الامم
 (ترمذی و دارمی ہیثمی عن بریدہ)

(۱۰۶) اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء کے خمس نذر آتش کئے جانے سے

باقیہ علیہ
 بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر و اسکندریہ متوش ثمان مائے سال وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم میں بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیاز مندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول اللہ
 نے جزیرہ عرب پورا کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی۔ شام کے اہم علاقے بصری
 وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں پورا شام پورا مصر، فارس و
 ایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عبدالعزیز عثمانی میں اندلس، قبرص، بلاد قیران
 و سببا اقصائے چین و عراق و خراسان، اہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح
 ہوا اور پھر امت کے فاتح پر ہندو، ہندو، یورپ و ایشیا کے بڑے بڑے ممالک
 فتح ہوئے جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا
 پر ایک وقت اسلام کا مجند لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا جو پورا ہو کر
 رہے گا جہاں کہیں کسی میں ہے۔

قبل ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امت محمدی کے
 صدقات خمس خود امت کے غریب پر خرچ کر لے سے قبل ہوتے ہیں جس
 سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔ وکانت الانبياء يعزلون الخمس
 فتبغى النار و تاكلها و امرت انا ان اقسو بين فقهاء امتی (بخاری فی تاریخ ابن کثیر)
 (۱۰۷) اگر اور انبیاء پر وحی آتی تھی جس سے اعلیٰ تشریع کا تعلق تھا تو اس امت
 کے ربانیوں پر البسام اترا جس سے اجتہادی شریعتیں نکلیں۔ و اذا جاءهم
 امر من الامن او الخوف اذا عوبوا و لو مودوه الى الرسول و الى
 اولي الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم۔

(۱۰۸) اگر اور انبیاء کی امتیں ضلالت عامہ سے نہ بچ سکیں تو امت محمدیہ کو گمراہی
 عامہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن کر دیا گیا۔ لا تجتمع امتی علی الضلالة۔

۱۔ اگر اور انبیاء علیہم السلام اپنا خمس کا حق چھوڑ دیتے تھے۔ تو آگ آتی تھی اور اسے
 جلا ڈالتی تھی (یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی۔ بغیر اسے قرآن حکیم حتی یا بیتنا
 بقربان تاكله النار) اور مجھے امر کیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو تقسیم کر دوں
 اپنی امت کے فقراء میں (خصائص کبری ص ۱۲۱)

۲۔ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے
 دے۔ حالانکہ اگر وہ اسے رسول یا اپنے میں سے اولو الامر کی طرف لوٹا دیتے ہیں
 اسے ان میں سے استنباط کرنے والے جان لیتے (جو اس میں سے نئی چیزیں مستنبط کر کے نکال لیتے)
 ۳۔ میری امت (ساری کی ساری مل کر کبھی بھی) گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

(۱۰۹) اگر اور انبیاء کی امتوں کا مل کر کسی چیز کا جمع ہو جانا عند اللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سے محفوظ نہ تھیں تو امت محمدیہ کا اجماع حجت شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سے محفوظ کی گئی ہے۔ مآراء المومنون حسناً فهو عند الله حسنٌ وحديث انتم شهداء الله في الارض ولتكونوا شهداء على الناس۔

(۱۱۰) اگر اور انبیاء کی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سے معذب ہو ہو کر ختم ہوتی رہی ہیں تو امت محمدیہ کو عذاب عام اور استیصال عام سے دائمی طور پر بچا لیا گیا۔ وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون (افرن حکیم)۔

(۱۱۱) اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جائے گا تو امت محمدیہ کو ہر مقام کا وہ گنہ درجہ دیا جائے گا۔ تا آنکہ اس امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ عفتی کا ملک برفض حدیث دس دنیا کی برابر ہوگا۔ فما ظنك باعلام؟ (۱۱۲) اگر ائم سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس

۱۔ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہوزین میں۔ اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں اسے امت محمدیہ درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے (تمہیں بھی اس کا دھیان چاہیے) اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہوزین پر) اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم گواہ بنو دنیا کے انسانوں پر۔ ۲۔ جیسا کہ آیت کریمہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اس پر شاہد ہے۔

امت کی شفاعت حضور کی ساتھ اس امت کے صلحاء بھی کریں گے اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پا کر داخل ہوں گی۔ ان لمن امتی من يشفع للفشام ومنهم من يشفع للقبيلة ومنهم من يشفع للعصية ومنهم من يشفع للرجل حقاً يدخلوا الجنة۔ (ترمذی عن ابی سعید)

(۱۱۳) اگر اور انبیاء کی امتوں کے نام ان کے وطنوں اور قبیلوں یا انبیاء کے ناموں سے رکھے گئے، جیسے عسائی، یہودی، ہندو وغیرہ تو امت محمدیہ کے دو نام اللہ نے اپنے ناموں سے رکھے۔ مسلمہ اور مومن۔ یا یہود تسدو الله باسمين وسمى الله بهما امتی هو السلام وسمى بها امتی المسلمین وهو المومن وسمى بها امتی المومنین (مصنف ابن ابی شیبہ عن کحل)۔

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور

۱۔ میری امت میں ایسے بھی ہوں گے جو کئی کئی شفاعتیں کریں گے اور ایک خاندان بھر کی، بعض خاندان کے ایک حصہ کی اور بعض ایک شخص کی۔ تا آنکہ یہ لوگ اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

۲۔ اے یہودی! اللہ نے اپنے دو نام رکھے۔ اور پھر ان دونوں ناموں سے نام میری آیت کا رکھا۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا۔ اور وہ مومن ہے تو اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مومنین منسوب کیا۔

اور آپ کی نسبت غلامی سے استی میں اس امت کو دیئے گئے تو اس کی بنا پر
اسی یہ ہے کہ اور غلامی نہ ہو اور غلامی انبیاء میں اور امتیں اہم و اقوام ہیں
اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب میں اور
آپ کی ذاتی کتاب خاتم الکتاب ہے اور ایمان میں اور یہ دین خاتم
الادیان ہے اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی
آپ کی خاقیت کا اثر آپ کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے پس
یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات
ہیں۔ اس لیے جیسے آپ تمام انبیاء میں ختم نبوت کے مقام سے ممتاز اور افضل
ہیں۔ ایسے ہی آپ کی یہ خاقیت کی ممتاز سیرت تمام انبیاء کی سیرتوں سے ممتاز
اور افضل ہے چنانچہ خود حضور نے بھی ختم نبوت اور خاقیت کو اپنی خصوصیات میں
شمار فرمایا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ میں آپ نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات
جو امیر کلم اور غیر معمولی رعب و غیرہ ارشاد فرمائی۔ وہیں ان میں سے ایک خصوصیت
یہ بھی فرمائی کہ:-

و ختم علی النبیون (بخاری و مسلم)۔ مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت
ختم نبوت کے تسلیم کئے بغیر زیر تسلیم نہیں آسکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان
کے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو۔ ورنہ ختم نبوت کا منکر و حقیقت ان تمام فضائل
و کمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے۔ گو زبان سے وہ حضور کی افضلیت کا
دعویٰ کرتا ہے۔ مگر یہ دعویٰ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ زمانہ سازی اور حیلہ بازی

ہو گا۔ ہر حال حضور کے لیے کمالات کے دائرہ میں ہر کمال کا یہ انتہائی نقطہ آپ
کی خاقیت کا اثر ہے نہ محض نبوت کا۔

اس سے یہ اصولی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شے کی انتہا میں اس
کی ابتدا لپٹی ہوتی ہے اور کمال کے ہر انتہائی نقطہ میں اس کے تمام ابتدائی مراتب
مندرج ہوتے ہیں۔ سورج کی روشنی سارے عالم میں درجہ بدرجہ پھیلی ہوئی ہے
جس کے مختلف اور متفاوت مراتب ہیں۔ لیکن اس کے انتہائی مرتبہ نور میں
اس کے ابتدائی نور کے تمام مراتب کا جمع رہنا قدرتی ہے۔ مثلاً اس کے نور کا
ادنیٰ درجہ ضیاء اور چاند نلبے جو بند مکانوں میں بھی پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اس
سے اوپر کا مرتبہ دھوپ ہے جو کھلے میدانوں اور صحروں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے
جس سے میدان روشن کہلاتے ہیں۔ اس سے اوپر کا مرتبہ شعاعوں کا ہے
جس کا باریک تاروں کی طرح فضائے آسمانی میں جال پھیلا ہوا ہوتا ہے اور فضا
ان سے روشن رہتی ہے۔ اس سے بھی اوپر کا مرتبہ اصل نور کا ہے جو آفتاب کی
ٹمکی کے چوگرد اس سے لپٹا ہوا اور اس سے چمٹا ہوا ہوتا ہے جس سے آفتاب کا
ماحول منور ہوتا ہے اور اس سے اوپر ذات آفتاب ہے جو بذات خود روشن ہے
لیکن یہ ترتیب خود اس کی دلیل ہے کہ آفتاب سے نور صادر ہوا، نور سے شعاع
برآمد ہوئی، شعاع سے دھوپ نکلی اور دھوپ سے چاند نکلا گویا ہر اعلیٰ مرتبہ کا
اثر ادنیٰ مرتبہ ہے جو اس سے صادر ہو رہا ہے۔ اس لیے آسانی یہ دعویٰ کیا
جاسکتا ہے کہ ضیاء و روشنی دھوپ میں تھی۔ جب ہی تو اس سے برآمد ہوئی
دھوپ شعاعوں میں تھی جب ہی تو اس سے نکلی۔ شعاعیں نور میں تھیں جب ہی

اس سے صادر ہوا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روشنی کے یہ سارے مراتب آفتاب کی دہت میں جمع تھے جب ہی تو واسطہ بلا واسطہ اس سے صادر ہو کر عالم کے طبقات کو منور کرتے رہے پس آفتاب خاتم الانوار ہونے کی وجہ سے جامع الانوار ثابت ہوا۔ اگر نور کے سارے مراتب اس پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے تو اس میں یہ سب کے سب مراتب جمع بھی نہ ہوتے تو قدرتی طور پر خاتمت کے لیے جامعیت لازم نکلی ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ خاتم الکمال ہیں جن پر نبوت کے تمام علمی و عقلی اور اخلاقی و احوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی نے نکالا اور آخر کار آپ ہی پر اگر فہمی ہوا تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا۔ اس لیے وہ تمام اقبالی کمالات علم و اخلاق اور کمالات احوال و مقامات جو مذکورہ بالا فضات میں پیش کئے گئے ہیں اور جو آپ کے لیے وجہ امتیاز و فضیلت ہیں جب کہ آپ ہی پر پہنچ کر ختم ہوتے تو وہ بلاشبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے اور جب آپ کی ذات بابرکات جامع الکمال بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے۔

معنی گشت جامع آیات ہستیش خایت ہمہ غایات
تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع آپ کا دین جامع الادیان آپ کا
لایا ہوا علم جامع علوم اولین و آخرین، آپ کا خلق خلق عظیم یعنی جامع اخلاق

سابقین و لاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے جو آپ کی خاتمت کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے آپ کی خاتمت کی شان سے آپ کی عظمت ثابت ہو گئی۔

مصدقیت

اب اس جامع سے آپ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ شان مصدقیت ہے کہ آپ سابقین کی ساری شریعتوں اور ان کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوتے ہیں جس کا دعویٰ قرآن حکیم نے فرمایا ہے :-

شوجاء کورسول مصدق (پھر تمہارے پاس (لے سونگراں الہی) وہ عظیم رسول (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آجائیں جو تمہارے ساتھ کی ہر چیز (سادہ کتب نبوت، معجزات تعلیمات وغیرہ) کے تصدیق کنندہ ہوں (تو تم ان پر) ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا۔ اور فرمایا :-

بل جاء بالحق مصدق (بلکہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور رسولوں المرسلین۔ کی تصدیق کرتے ہوئے۔

وجہ ظاہر ہے کہ جب آپ کی شریعت میں تمام پچھلی شریعتیں جمع ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) میں تمام پچھلی کتب سادہ و مندرجہ ہیں تو ان کی تصدیق

خود اپنی تصدیق ہے جس کی بنا سورج کی مثال سے کھل چکی ہے کہ جیسے ہر انتہا میں اس کے ابتدائی مراتب جمع ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی وہ سارے ابتدائی مراتب نکلتے بھی اس انتہائی مرتبہ سے ہیں۔ اس لیے سابقہ شرعیات و حقیقت اس انتہائی شریعت کے ابتدائی مراتب ہونے کے سبب اسی میں سے نکلی ہوئی مانی جاویں گی ورنہ یہ شریعت انتہائی اور وہ ابتدائی نہ رہیں گی جو مشاہدہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ وہ اپنی جگہ مسلم شدہ ہے پس اس جامع شریعت کی تصدیق کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ابتدائی شریعتوں کی تصدیق نہ کی جائے بلکہ خود اس مصدقہ شریعت میں جمع شدہ ہیں۔ ورنہ خود اس شریعت کی تصدیق بھی باقی نہ رہے گی۔ اس لیے جب یہ آخری اور جامع شریعت آپ کے اندر سے ہو کر نکلی تو سابقہ شریعتیں بھی بالواسطہ آپ ہی کے اندر سے ہو کر آئی ہوئی تسلیم کی جاویں گی۔ دانشمندی زبور الاولین اور یہ قرآن پھیلوں کی کتابوں میں بھی (پلٹا ہوا) موجود تھا) اس لیے اس شریعت کی تصدیق کے لیے پچھلی شریعتوں کی تصدیق ایسی ہی ہوگی جیسے اپنے اجزاء و اعضاء کی تصدیق اور ظاہر ہے کہ اپنے اعضاء و اجزاء اور الفاظ دیگر خود اپنی تکذیب کون کر سکتا ہے؟ ورنہ یہ معاذ اللہ خود اپنی شریعت کی تکذیب ہو جائے گی۔ جب کہ یہ ساری شریعتیں اسی آخری شریعت کے مبادی و مقدمات اور ابتدائی مراتب تھے تو کل کی تصدیق کے اس کے تمام صحیح اجزاء کی تصدیق ضروری ہے ورنہ وہ کل کی ہی تصدیق نہ رہے گی۔ اس لیے سارے پچھلے ادیان کے حق میں آپ کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ ”اسلام“

اقرار شرائع کا نام ہے، انکار شرائع کا نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔ تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے تحقیر ادیان کا نہیں تبعلیم مقتدایان مذاہب کا نام ہے۔ توہین مقتدایان کا نام نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شریعتوں کا ماننا اور اس کا انکار ساری شریعتوں کا انکار ہے اور اسلام آجانے کے بعد اس سے منکر درحقیقت کسی بھی دین و شریعت کے مفرت تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔ اس بنا پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع و خاتم سیرت کے مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور اس کی قدر و عظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی مسلمانوں سے تو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمہ ادیان دے دیا اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جب کہ وہ سب کی سب شاخ در شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں جس سے مسلمان بیک وقت گویا سارے ادیان و شریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے لیے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوئے ہیں اور اس طرح وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر و ثواب اور درجات و مقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔ اندر میں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلاف حقیقت نہ ہوگا۔ اگر وہ صحیح معنی

میں عیسائی، موسائی، ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہی کے دم سے سچی نوحیت ابراہیمیت، موسائیت اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لائی ہوئی شرائط کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی دنیا میں پھونک رکھی ہے۔ بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیم کے ملنے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام کی تکذیب و توہین نہ کر لیں۔ اسی طرح آج کی عیسائیت کو ملنے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کر لیں۔ گویا ان کے مذاہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا ہے۔ انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں، دین نام محبت کا ہے عداوت کا نہیں، پس تسلیم و اقرار، تعظیم و توقیر، علم و معرفت اور ایمان و دین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے۔

اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے۔ ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ بنا بریں اسلام کے ماننے والے تو اس لیے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں، امتوں

اور ان کے تمام مذاہب اور شریعتوں کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے غل و خش کو الگ دکھا کر اصلیت کا راز داں تجویز کیا۔ دوسرے انکا اقرار و تسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ و در شاخ بنا کر دنیا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت و عمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کر دیا۔ جس کی قرآن نے یُنْظِرُهُ عَلَى الدِّينِ كَلِمًا (تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر غالب فرماتے) خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبہ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا مصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھلے ہوتے ہے، ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق و توثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید و تکذیب کر کے انہیں لاشے محض بنا چکی تھیں۔ و قالت الیہود لیست النصارى علی شئی۔ و قالت النصارى لیست الیہود علی شئی (یہود نے کہا کہ نصاریٰ لاشے محض ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود لاشے محض ہیں) اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید و تکذیب سے دفن کر چکی تھی۔ مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا جس سے، مذاہب سابقہ اپنا دورہ پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ

ہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھالنے اور تحفظ دینے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے جسے وہ تمام رکھتا ہے۔ ورنہ بلا غلبہ کے تھا تا کیسے؟ اور حقیقتی شے تحفظ دینے والے کے سامنے مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے۔ ورنہ اسے تحفظ دینے والے کے ہمارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے ہمارے تھی ہوتی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوتے اور وہ ان کے محافظ غنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غنی پر غالب نہیں ہوتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلہ سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا ہے۔

هو الذي ارسل رسول الله
بالهدى ودين الحق ليظهره
على الدين كله

اسلامی دین کو تمام دینوں پر غالب کرنا

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت و برہان سے اس نے دکھلایا۔ جہاں تیغ و سنان سے اس نے دکھلایا جو باہر کی چیزیں ہیں وہیں خود دین کی ذات سے ہی دکھلایا اور وہ اس کی عمومیت، قومیت اور مصدقیت عامہ ہے جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے جس سے اس دین کا بین الاقوامی دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بہر حال اسلام والے تو اس لیے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل، جامع مصدق عالمگیر دین اور تمام ادیان عالم ہے جو انہیں شیشینی طور پر ماتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لیے اس کی طرف بڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ

آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو جزوی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ ہر ایک مذہب کو یا منظر عام سے ہٹ کر چھیننے کے لیے پہاڑوں اور غاروں کی پناہ یعنی پڑتی ہے اور یا باہر آ کر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کر تاکہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو نہیں چھپا سکتی۔ ان کے پیوندوں سے خود ہی تپہ چل جاتا ہے کہ لباس کو نمائش کی حد تک صحیح دکھلانے اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان قومیتوں کی حد بندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ اندریں صورت تقاضاتے دانش و ہنر اور مقصد فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے جس کے ضمن میں یہ جزوی نہیں اپنی اصلیت کی حد تک خود بخود آ جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے بھی محروم نہیں ہو سکتے۔

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تاجید اصلیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پر جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں، ان کی کوئی حجت سامنے نہیں، اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انھوں نے اختیار نہیں کیا۔ اسلام سے ہٹ کر

دوسرے مذاہب میں دین کی سند و استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے ان کی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے اور ظاہر ہے کہ بے سند بات بحث نہیں ہو سکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلائی فطرت سے اصلیت کا کوئی سراغ نکال بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک جزئی، قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی، بین الادطانی اور عمومییت و کلیت کے دور میں چل نہیں سکتا۔ اسی لیے ارباب ادیان ایسے دنیوں میں ترمیمات کے مسودے لاسے ہیں اور آتے دن اس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا حقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے اور ہر دین کی جتنی واقعی اصلیت ہے اسے چھل رہنا ہے اس لیے نفس دین کا تھانا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھانا ضروری ہو۔ تب ہر دو صورت اسلام ہی کا تھانا عقلاً اور نقلاً ضروری نکلتا ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لائی ہر چیز شریعت، کتاب، قوم، امت، اصول قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لیے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بنایا گیا۔ اور شلور بانی ہے۔

اليوم اكملت لكم دينكم
آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیل دین کے بعد نئے دین کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا

اس لیے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہو گا کہ کوئی تکمیل طلب ایسے ہی آپ کی امت کو خاتم الامم کہا گیا جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قنودہ میں ہے
نحن اخرها وخيرها۔ (در خند) ہم (دنوں میں) سب سے آخری اور سب سے بہتر
حدیث ابی امامہ میں ہے:-

يا ايها الناس لا نبی بعدی ولا
امۃ بعدکم۔ (مسند احمد) تمہارے بعد کوئی نبی نہیں اور

(یعنی میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ یہی وہ خاتمت ہے)
آپ اپنی مسجد کے بارہ فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ
فانی آخر الانبیاء مسجدی میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر الانبیاء
آخر المساجد۔ (مسلم) ہے (وہی آپ کی خاتمت مسجد میں آئی)
حدیث عائشہ میں یہ دعویٰ خاتمت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

انا خاتم الانبیاء ومسجدی میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد
خاتم مساجد الانبیاء۔ (بخاری)

اور جب کہ آپ کی آوردہ کتاب (قرآن) ناسخ الادیان اور ناسخ الکتاب ہے تو یہی معنی اس کے خاتم الکتاب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم پر آتا ہے اور اسی لیے آپ کو دعوت عالمہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپ اللہ کی طرف بلائیں۔ کیونکہ اس دین کے بعد کوئی اور دین کسی خاص قوم یا دنیا کی کسی بھی قوم کے پاس آنے والا نہیں جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک دین کی دعوت عالم ہو گئی کہ وہ خاتم ادیان اور آخر ادیان ہے۔

خاصہ یہ ہے کہ یہ ساری خالقیتیں درحقیقت آپ کی ختم نبوت کے آثار ہیں۔ خالقیت سے جامعیت نکلی تو یہ تمام چیزیں جامع بن گئیں اور جامعیت سے آپ کی مصدقیت کی شان پیدا ہوتی جو ان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔ قرآن کو مصدق لے کر کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پہلے پیروں پر ایمان لاؤ۔ دین بھی مصدق ادیان ہوا۔

یہی وہ شیر نبوی ہے جامع اور انتہائی نقاط ہیں جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیرانیہ پر حاوی و غالب اور خاتم استیثبات ہوئی۔ اسی لیے آپ کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اور ان کے بھی انتہائی نقاط کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپ کی ختم نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیازی کمالات مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت کے آثار ہیں۔ کیونکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے متنازع اور افضل ہے کہ ہر چشمہ نبوت میں۔ اس لیے اس کے امتیازی آثار بھی مطلق آثار نبوت سے فائق اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔ پس سیرت خالقیت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصری فہرست میں پیش کئے گئے ہیں جن کا عدد (۱) ہوتا ہے ان میں اول چند دفعات میں خاتم النبیین کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں میں طبقہ انبیاء کے کمالات و کرامات اور معجزات پر خاتم النبیین کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلائی گئی ہے۔ پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے

خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔ جس سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہتی عظمت و فوقیت کاملیت و جامعیت، اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آ جاتی ہے جو آپ کی خالقیت کے آثار و لوازم ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو آپ کی خالقیت کے اثبات میں کس درجہ اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعویٰ قرآن کریم میں کر کے سینکڑوں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت کے دلائل و آثار اور شواہد و نظائر شمار کرانے لگے ہیں جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا گیا۔ بس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات و روایات پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کی کتابیں لکھی جائیں گی اور یہ رسالہ جس میں آثار و لوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد و نظائر پیش کئے گئے ہیں۔ دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی۔ جس سے صاف روز روشن ہو جائے ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں کوئی خدشہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیات کی ساری عمارت آپسے گئی اور مسلم کے ماتھے میں کوئی خصوصی غرہ رہ باقی نہ رہے گا جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے

پیش کرنے لائق دار بنانا۔
 نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں ہو سکتیں کہ
 ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی علامت بھی کھڑی ہوتی
 ہے پس اس مسئلہ کا منکر درحقیقت خود کی فضیلت کا منکر اور اس مسئلہ کو
 مٹا دینے کا سعی، حضور اکرم کی امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے
 اس لیے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں خواہ صراحتاً اس کے
 منکر ہوں یا تاویل کے راستے، دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ
 کے انکار پر آمیز۔ ان کا اسلام کا شرعیات اہلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی
 تعلق نہیں مانا جاسکتا اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں
 جس طرح سے توحید کا منکر قولی ہو یا مقنن، اسلام سے خارج اور اس سے
 بے واسطہ ہے اسی طرح سے ختم رسالت کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے
 اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔ کیونکہ وہ صرف کسی ایک مسئلہ کا منکر نہیں
 بلکہ اسلام کے سارے امتیازات، سارے ممتاز فضائل، ساری ہی خصوصیات
 اور صدہا دینی روایات کا منکر ہے جن کا قدر مشترک توازن کی حد سے نیچے
 نہیں رہتا۔

بہر حال ختم نبوت کے درختاں آثار اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خصوصی شائل و فضائل یا باغلا دیگر آپ کی خاتمت کے ہزاروں وجوہ لائل
 میں سے یہ چند نمونے ہیں جنہیں آپ خاتم النبیین کی تفسیر اور تشریح کے
 حقد پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مختصر رسالہ سیرت خاتم النبیین نہیں بلکہ سیرت خاتمت

کی چند موٹی موٹی سرخیوں کی ایک مختصر سی فہرست ہے جس کے نیچے اس بلند پایہ
 سیرت کی امتیازی حقائق و تفصیلات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر ان روایات کی روشنی
 میں سیرت خاتمت کی ان تفصیلات اور ان کے مالہ و ماحیلہ کو کھولا جائے۔ تو
 بلاشبہ محدثانہ اور مشکلانہ رنگ کی ایک نادر سیرت مرتب ہو سکتی ہے جو تاریخی
 رنگ کی تونہ ہوگی اور تاریخ محض سیرت سے بھی نہیں بلکہ پیچیدہ مقامات اور
 خاتمانہ امتیازات کی حامل محدثانہ رنگ کی سیرت ہوگی جو اپنے رنگ کی ممتاز سیرت
 کہلائی جائے گی۔ میں نے اس مختصر مضمون میں اس وقت صرف عنوانات سیرت
 کی نشاندہی کا فرض انجام دیا ہے۔ شاید کسی وقت ان تفصیلات کے پیش کرنے
 کی توفیق یسر ہو جائے جو ابھی تک ذہن کی امانت بنی ہوئی ہیں جن سے حضرات
 انبیاء علیہم السلام کے متفادات درجات و مراتب اور خاتمت کے انتہائی درجہ
 و مراتب کا فرق اور تفاضل باہمی بھی کھل کر سامنے آسکتا ہے جس کی طرف
 بَلِّغَ الرُّسُلَ فَهُمْ لَكُمْ بِمَضْمُونٍ عَلٰی بَعْضٍ مِّنْ اَشَارَةٍ فَرَمٰی اَلِیَّابَ۔

—*—

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
 عَلٰی جَنِّبِكَ خَيْرًا الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

مستطیب غفرلہ

میر دارالمسلم و دیوبند

۱۰ شعبان ۱۳۶۴ھ (یوم الاحد)